واقعہ کربلا کے سلسلے میں ــــــ

قاتلانِ حسین رضؓ کی خانہ تلاشی

ایک انتباہ

اور

جناب علامہ طاہر المکی کا تبصرہ

از

امام اہلسنت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

***

ناشر

سید بک ایجنسی کریم سینٹر صدر کراچی

تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیعہ حضرات کی سب سے پہلی، سب سے قدیم اور سب سے زیادہ مستند کتاب الکافی کے آخری حصہ میں جسے روضۃ الکافی کہتے ہیں، حضرت جعفر صادق کے والد حضرت باقر کی روایت ہے کہ

فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لعلی علیہ السلام هم شیعتک فسلم ولدک منهم أن یقتلوهم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے علی علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علی اپنے بیٹوں کو اپنے شیعوں سے بچانا، وہ انہیں قتل کریں گے۔

(الکافی مطبوعہ تہران۔ جلد ۸ صہ ۲۶۰)

امام اہلسنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی پیش نظر کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو ثابت کرنے اور اہلسنّت کے نقطہ نظر کی تائید کے لئے لکھی گئی تھی، اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ نقطہ نظر صرف اہلسنّت ہی کا نہیں بلکہ خود شیعہ کتابوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کی اس کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازا، اور ہندوستان کے علاوہ پاکستان کے کئی اداروں نے اس کتاب کو بارہا شائع کیا، کراچی سے بھی جناب علی مظہر نقوی (نارتھ ناظم آباد) اسے شائع کر چکے ہیں۔ اب اسے موجودہ ناشر خصوصی اہتمام سے شائع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور سب مسلمانوں کو صحابۂ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حرف اول

سوانح حضرت حسینؓ پر لکھنے والے موجودہ دور کے سب سے بڑی شیعہ مورخ شاکر حسین امروہوی اپنی کتاب مجاہد اعظم میں اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ کربلا کے حوالہ سے بے تحاشا جھوٹ گھڑا گیا، وہ لکھتے ہیں:

"صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔ ابومخنف لوط بن یحیی ازدی، کربلا میں خود موجود نہ تھے اس لئے یہ سب واقعات انہوں نے بھی سماعی (دوسروں سے سن کر) لکھے ہیں لہٰذا مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف یہ کہ ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلمبند کردیا ہے"۔

"مختصر یہ کہ شہادت امام حسینؓ کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلافات سے پر ہیں کہ اگر ان کو فردا" فردا" بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہوجائیں۔

اکثر واقعات مثلاً" اہلبیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا، فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سرجدا کرنا، آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتارلینا وغیرہ وغیرہ۔ نہایت مشہور اور زبان زاد خاص و عام ہیں، حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔

(مجاہد اعظم مولفہ شاکر حسین امروہوی صفحہ ۱۷۸)

کربلائی قصوں کا قدیم ترین راوی ابو مخنف لوط ہے جو حادثہ کربلا کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوا اور سنہ ۱۵۷ھ یا سنہ ۱۷۰ھ میں یعنی شہادت حسینؓ کے کم از کم سو سال بعد وفات پائی۔ اس کے متعلق تمام ائمہ حدیث

متفق اللفظ ہیں کہ یہ کذاب (بہت جھوٹا) اور شیعی محترق یعنی کٹر شیعہ تھا۔ اس کے بہت عرصہ بعد مشہور مورخ ابن جریر طبری نے جن کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی کربلا کے واقعات اسی ابو مخنف کی روایت سے قال ابو مخنف کہہ کہہ کر درج کئے ہیں پھر لطف یہ کہ اس ابو مخنف کے نام سے بھی مختلف روایتیں موجود ہیں جو بقول شاکر حسین امروہوی صاحب "ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی (سنے سنائے) واقعات کو قلمبند کردیا ہے (مجاہد اعظم صفحہ ۱۷۸) اس الجھی ہوئی اور پیچ در پیچ صورت حال میں حقیقت تک پہنچنا جس قدر مشکل کام ہے اسے اہل نظر ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

اب تک کی جو صورت حال ہے اس کی رو سے تین نقطہ ہائے نظر زیادہ مشہور ہیں۔

○ ایک شیعہ حضرات اور ان سے متاثر لوگوں کا۔

○ دوسرا عظیم سنی اکثریت کا۔

○ تیسرا بعض ریسرچ اسکالرز اور مورخین کا۔ موجودہ دور میں ان ریسرچ اسکالرز کے دو اہم نمائندے جو برصغیر سے تعلق رکھتے ہیں مرزا حیرت دہلوی اور خواجہ عباد اللہ اختر ہیں۔ مرزا حیرت مشہور مورخ ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی سوانح پر ان کی کتاب حیات طیبہ بہت مشہور ہے' ان کا ترجمہ قرآن اور ترجمہ بخاری بھی خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ شہادت حسین اور اس کے پس منظر پر ان کی کتاب "کتاب شہادت" پانچ جلدوں میں ہے جو دہلی سے کرزن پریس سے شائع ہوئی تھی مگر دہشت گردوں نے ان کے کتبخانہ اور پریس کو آگ لگادی جس کی وجہ سے ان مجلدات کا بہت بڑا حصہ جل کر تباہ ہوگیا۔

دوسرے مورخ خواجہ عباد اللہ اختر ہیں جن کی کتاب "خلافت اسلامیہ" اور مذاہب اسلامیہ اور مشاہیر اسلام اور مرزا عبدالقادر بیدل کی سوانح ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے شایع کی ہیں۔

ان حضرات کے نزدیک کربلا میں حضرت حسینؓ کی شہادت ہی نہیں ہوئی بلکہ مصالحت کے نتیجہ میں وہ اسلامی سرحد پر تشریف لے گئے تھے اور کفار سے لڑتے ہوئے قسطنطنیہ کے قریب شہادت پائی۔ مولانا غلام دستگیر نامی اپنی کتاب "حضرت امیر معاویہ" میں لکھتے ہیں کہ مرزا حیرت دہلوی نے قسطنطنیہ کے قریب حضرت حسینؓ کی شہادت گاہ اپنی سیاحت کے زمانہ میں خود دیکھی تھی۔

شیعہ حضرات کا نقطہ نظر بظاہر یہ ہے کہ حضرت حسین کے قتل کا ذمہ دار اس وقت کا خلیفہ یزید اور اس کا گورنر ابن زیاد تھے۔ لیکن تفصیل سے دیکھئے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اصل قاتل سنی ہیں۔ کیونکہ سنیوں کے مذہبی پیشوا یعنی صحابہ بھی اس زمانہ میں تھے انہوں نے یزید کی بیعت کی' اور کسی صحابی نے بھی حضرت حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا۔

اہلسنت کے نزدیک درحقیقت حضرت حسین اور ان کے گھرانے کے قاتل کوئی شیعہ ہیں۔ جس طرح شیعوں نے دھوکہ دے کر اور حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہوکر حضرت طلحہ و حضرت زبیر کو شہید کیا اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی توہین کی' اسی طرح شیعوں نے حضرت حسین کو پہلے تو خطوط لکھ لکھ کر اور اپنے نمائندے بھیج کر کوفہ آنے کے لئے تیار کیا۔ اور جب وہ ان پر اعتماد کرکے تیار ہوگئے تو ان کے ساتھ غداری کرکے کوفہ کے گورنر ابن زیاد سے مل گئے پہلے حضرت حسینؓ کے نمائندے مسلم بن عقیل کو شہید کیا' پھر ابن زیاد کی فوج میں شامل ہوکر کربلا میں حضرت حسین کے مقابلہ پر آگئے۔ حضرت حسین نے انہیں بار بار سمجھایا کہ اگر تمہیں میرا ساتھ نہیں دینا تھا تو تم نے مجھے خطوط لکھ لکھ کر کیوں بلایا؟ مگر ان بدبختوں نے حضرت حسین کو بھی جھٹلادیا اور کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا۔ صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ حضرت حسین اور حکومت کے درمیان مصالحت کی جو بات چل رہی تھی اسے ناکام کرنے کے لئے حضرت حسینؓ پر حملہ کرکے انہیں شہید کردیا۔

اہلسنت کے اس نقطہ نظر کو موجودہ زمانہ میں خود شیعہ کتابوں سے امام

اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اپنے رسالہ النجم میں پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیا، جسے مولانا کے ایک معتقد مولانا عبدالشکور مرزا پوری نے النجم کی فائلوں سے مرتب کرکے "شیعہ کتابوں کی رو سے قاتلان حسین" نام، ضخیم کتاب کی شکل میں شایع کیا۔ حقیقت کے اس اظہار سے شیعوں میں بڑی کھلبلی مچی، وہ اپنی کتابوں کے حوالوں کا تو انکار نہیں کرسکتے تھے اس لئے جوابی طور پر سوائے سینوں کو قاتل حسین کہنے کے اور کچھ نہ کرسکے۔ ان شیعہ جوابات میں سب سے زیادہ شہرت شیعہ مجتہد آیت اللہ علی نقی کے جواب کو حاصل ہوئی۔ اس کے جواب میں خود امام اہلسنت حضرت مولانا لکھنوی نے قلم حق رقم اٹھایا اور یہ کتاب جو آپ کے پیش نظر ہے شائع کی۔

مولانا لکھنوی کی یہ کتاب اور مرزا پوری صاحب کی مرتب کردہ پہلی کتاب (جسے اب بعض لوگوں نے "شہادت حسین" کے عنوان سے بھی شائع کردیا ہے) کا غور سے مطالعہ کرنے والے ہر شخص پر یہ حقیقت مکمل واضح ہوجاتی ہے کہ واقعی شیعہ، حضرت حسین کے اسی طرح قاتل ہیں جس طرح ان شیعوں کے بزرگوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو قتل کیا تھا۔ حضرت طلحہ و حضرت زبیر کا قتل شیعوں نے حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہوکر اور مصالحت ہوجانے کے باوجود دھوکہ سے جنگ چھیڑ کر کیا تھا۔ اور حضرت حسینؓ کا قتل انہیں شیعوں نے حضرت حسین کے ساتھ غداری کرکے اور ابن زیاد کی فوج میں شامل ہوکر کیا۔ جمل اور کربلا دونوں جگہ ان بزرگوں کو شہید کرنے سے شیعوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ان کو خانہ جنگی کی آگ میں دھکیل کر تباہ و برباد کردیا جائے، انہیں معلوم تھا کہ ان کی ان حرکتوں سے حکومت وقت بھی بدنام ہوگی اور مختلف قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی اپنی آرزو بھی پوری کرسکیں گے۔ افسوس یہ سازشی گروہ اپنی اس خوفناک آرزو کو پورا کرنے میں کامیاب رہا۔ جمل کے موقع پر حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت کو کامیاب

نہیں ہونے دیا، اور کربلا میں حضرت حسینؓ اور حکومت وقت کے درمیان مصالحت ہی نہیں ہونے دی۔

کربلا میں حضرت حسینؓ کے ساتھ شیعوں نے کس طرح غداری کی اور انہیں خطوط لکھ لکھ بلانے کے باوجود، حکومت کی فوج میں شامل ہوکر حضرت حسینؓ کے مقابلہ پر کس طرح آئے اس کی تفصیل تو آپ موجودہ کتاب میں دیکھ ہی لیں گے۔ اس سے پہلے جمل کے موقع پر حکومت (حضرت علیؓ) کی فوج میں شامل ہوکر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت ہوجانے کے باوجود کس طرح جنگ کی آگ بھڑکائی اور حضرت طلحہؓ زبیرؓ کو شہید کیا اس کی مختصر تفصیل سب سے قدیم اور مشہور مورخ و مفسر امام ابن جریر طبری کی زبانی سنئے وہ اپنی کتاب تاریخ طبری میں لکھتے ہیں:

کہ جب حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت ہوگئی تو سبائیوں (شیعوں) کے علاوہ ہر شخص شادان و فرحاں تھا۔ اس موقعہ پر سبائی (شیعہ) سرغنہ مشورے کے لئے جمع ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ان میں ابن السوداء یعنی ابن سبا اور مالک اشتر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ قصاص لینے پر دونوں فریقوں میں مصالحت ہورہی ہے۔ حضرت علیؓ اس بات پر طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھ متفق ہوگئے ہیں، اب تک تو دونوں فریق جدا جدا تھے لیکن دونوں فریقوں کے اتحاد کے بعد ہماری تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ مالک اشتر بولا کہ طلحہؓ و زبیرؓ کا ارادہ تو معلوم ہے مگر علیؓ کے دل کا حال نہیں کھلتا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم ان سب فریقین کی رائے ہمارے حق میں ایک ہی ہے اور ان کی صلح یقیناً ہمارے خون پر ہوگی۔ (تاریخ طبری جلد چہارم سنہ ۳۶ھ زیر عنوان نزول امیرالمومنین ذی قار)

دیر تک مشورے ہوتے رہے اور لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی ان میں مالک اشتر کی رائے قابل ذکر ہے جس نے کہا تھا کہ حضرت علیؓ کو قتل کردینا چاہیے تاکہ ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہوجائے اور مسلمانوں میں نئے سرے سے افراتفری پیدا ہوجائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان "شیعان علیؓ"

کو درحقیقت حضرت علیؓ سے کوئی عقیدت یا ہمدردی نہیں تھی اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ پیدا کرکے خونریزی کرانے کے لئے یہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ آخر میں ابن سوداء یعنی ابن سبا کی رائے پر اتفاق ہوگیا۔ اس کی تقریر درج ذیل ہے:

فتکلم ابن السوداء فقال یا قوم ان عزکم فی خلطۃ الناس فصانعوھم واذا التقی الناس غدا فانشبو القتال ولا تفرغوھم للنظر فاذا' من انتم معہ لا یجدہ بد امن ان یمتنع ویشغل اللہ علیا والطلحۃ والزبیر ومن رای رایھم عما ھو تکرھونہ وابصر واالرائی وتفرقوا علیہ والناس لا یشعرون۔

ابن سوداء (ابن سبا) نے کہا کہ میری جماعت والو! تمہاری کامیابی لوگوں میں گھلے ملے رہنے میں ہے اس لئے ان سے نبھاتے رہو' اور کل جب دونوں لشکر کے لوگ آپس میں ملیں تو جنگ شروع کردو' اور انہیں سوچنے سمجھنے کی مہلت نہ دو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جن لوگوں کے ساتھ تم گھلے ملے ہوئے ہو (یعنی حضرت علیؓ کا لشکر) وہ بھی جنگ میں حصہ لینے پر مجبور ہوجائیں گے اور اللہ تعالی علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کی توجہ اس بات کی طرف سے ہٹادے گا جسے تم ناپسند کرتے ہو' یعنی ان کے درمیان مصالحت کامیاب نہ ہو' سب نے اس مشورے کو پسند کیا اور یہ سازش کرکے سب. اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور دوسرے ان کے اس منصوبے سے بالکل بے خبر رہے۔

(تاریخ طبری جلد چہارم سنہ ۳۶ھ عنوان بالا)

جب دونوں فریقین میں صلح ہوگئی دونوں لشکر مطمئن ہوگئے اور جنگ کا خیال ہی دلوں سے جاتا رہا تب بھی ابن سبا اور اس کے متبعین شیعہ قاتلین عثمانؓ اس فکر میں رہے کہ کس طرح ان دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کرادی جائے۔

وجعلوا یتشا ورون لیلتھم کلھا حتی اجتمعوا علی انشاب الحرب فی السر ویذلک خشیتہ ان یفطن بما حاولو' من البشر' لغد و امع الغلس وما یشعرہ جیرانھم انسلوا الی ذلک الا مر انسلا لا وعلیھم ظلمتہ

یہ سبائی سرغنہ رات بھر مشورے کرتے رہے تھے یہاں تک کہ جنگ

چھڑوادینے کے مقصد پر سب کا اتفاق ہوگیا تھا۔ اس منصوبہ کے بارے میں انہوں نے بہت رازداری سے کام لیا تھا۔ کہ کہیں کوئی ان کے شر سے واقف نہ ہوجائے چنانچہ یہ لوگ رات میں حملہ کے لئے اس طرح اٹھے کہ ان کے قرب و جوار کے لوگوں کو بھی کوئی خبر نہیں ہوئی۔ اور منہ اندھیرے اپنے اس منصوبے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر پر حملہ کرکے جنگ کی آگ بھڑکادی۔

(طبری جلد چہارم سنہ ۳۶ھ زیر عنوان امرالقتال)

دونوں فریق جو سورہے تھے اس حملے کے ہنگامے سے جاگے' ہرایک نے یہی سمجھا کہ فریق ثانی نے غداری کرکے حملہ کردیا ہے اس لئے دشمن کے پلان کے عین مطابق ہر فریق اپنے دفاع کے لئے جنگ میں شریک ہوگیا' اس طرح حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کو شہید کرکے اور دونوں فریقوں میں دشمنی اور انتقام کی آگ بھڑکاکر شیعوں نے اپنی آرزو پوری کرلی۔ پیروان ابن سبا یعنی شیعون نے یہی طرز عمل حضرت حسینؓ کو شہید کرتے ہوئے اختیار کیا اور آج بھی ان کا رویہ یہی ہے۔ وہ بظاہر اتحاد بین المسلمین کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن درپردہ سنی مسلمانوں کو باہم لڑوا کر اپنی چودھراہٹ قائم رکھتے ہیں۔

کاش ان تاریخی حادثات سے اگر آج بھی ہم یہ سبق حاصل کرلیں کہ قرآن کریم اور صحابہ کرام کے دشمن سنی مسلمانوں میں جس طرح اس وقت تفرقہ ڈالنے کی سازشوں میں سرگرداں اور قتل و غارت گری اور دہشت گردی میں ملوث تھے' اسی طرح آج بھی وہ ان حرکتوں اور سازشوں میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی پشت پر کفر کی تمام قوتیں اسی طرح سرگرم ہیں جیسی اس وقت تھیں۔ اگر جنگ جمل و کربلا کے حالات پڑھ کر آج کے سنی میں اس حقیقت کا احساس بیدار ہوجائے تو سمجھنا چاہیے کہ حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ اور حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادتیں رائیگاں نہیں گئیں اور ان حضرات کا خون ناحق رنگ لے آیا۔ اللہ ہم سب کو علمدار قرآن بنائے اور سیرت النبی و سیرت الصحابہ کے مطابق زندگی بسر کرنے والا سچا مسلمان بنائے۔ آمین۔ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا

اما بعد، اس وقت ایک نو تصنیف رسالہ بنام "قاتلان حسین کا مذہب" شیعہ صاحبان کی طرف سے بڑی تیز دستی کے ساتھ شائع ہوا ہے اور اس کو امامیہ مشن لکھنؤ کی پہلی خدمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک نئے مجتہد صاحب اسی سال عراق سے سند اجتہاد لے کر لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے ہیں غالباً" یہ ان کی پہلی خدمت ہے شیعوں میں علما و مجتہدین کی قدر و عزت کا معیار صرف رد اہلسنت ہے، جو مولوی ان کا جس قدر اہلسنت کا رد کرے وہ اسی درجہ عزیز القدر ہے۔ بخلاف اس کے اہلسنت کے یہاں رد شیعہ کوئی ایسا اہم کام نہیں ہے۔

چونکہ اس حقیقت سے بالکل پردہ اٹھ چکا ہے کہ "قاتلان حسین شیعہ تھے" آج سے برسوں پہلے النجم دور قدیم کی پہلی جلد میں ایک مفصل و مبسوط مضمون اس پر لکھا گیا پھر دور جدید میں ایک خاص رسالہ بھی بنام "قاتلان حسین" مرتب ہوا اور آج کل کچھ مزید روشنی اس مسئلہ پر پڑی جس سے روز روشن کی طرح یہ بات سب پر ظاہر ہوگئی کہ قاتلان حسین شیعہ تھے، اس لئے شیعوں کو بڑی فکر اس بات کی دامنگیر ہے کہ کسی طرح پھر اس حقیقت پر پردہ ڈالا جائے۔ نئے مجتہد صاحب نے اسی خدمت کو انجام دیکر اپنی قوم میں سرخروئی حاصل کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

رسالہ "قاتلان حسین" کے متعدد جوابی مضامین شیعوں کی طرف سے شائع ہوئے اور ان کے جواب الجواب بھی ادھر سے ہوئے لیکن اب خود ہی شیعہ اپنے پچھلے جوابوں کو ناکافی بلکہ غلط قرار دے کر اس نو تصنیف رسالہ کو جواب کہہ رہے ہیں۔ بہت بہتر۔

اس نو تصنیف رسالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ قاتلانہ حسین کو شیعہ نہ کہا جائے بلکہ ان کو لامذہب اور بے دین سمجھا جائے چنانچہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں:

"درحقیقت وہ نام نہاد مسلمان اسلام سے دور کا بھی علاقہ نہ رکھتے تھے، مذہب ان کی نظر میں ایک خود ساختہ گھروندا اور دین و ایمان زاہد فریب کار کا ڈھکوسلا تھا، لامذہبی ان کا حقیقی مذہب اور بے دینی ان کا دین و آئین تھی۔"

پھر صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں:

"درحقیقت ان سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے یہ تاریخی حقیقت ہے جس میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں، اور اس کے بعد اس سوال کا موقع ہی باقی نہیں رہتا کہ یہ لوگ سنی تھے یا شیعہ اس لئے کہ سنی شیعہ کا افتراق اسلامی مشترکہ اصول و عقائد کو تسلیم کرلینے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور جب خود اسلام وامن کش نظر آتا ہو تو سنی شیعہ کی تفریق بے موقع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ نہ سنی تھے نہ شیعہ بلکہ ان کا کوئی مذہب ہی نہ تھا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ "قاتلان حسین کی جگہ اگر نکل سکتی ہے تو اہلسنت کے اصول و تعلیمات میں۔"

نکل سکنے کی ایک ہی رہی یوں نکالنے کو آپ جہاں چاہیں ان کی جگہ نکالیں مگر حقیقت میں ان کی جگہ جہاں ہے وہیں رہے گی اور اگر آپ کی تسکین ان خیالی و فرضی باتوں سے ہوجاتی ہے تو ہمیں بھی عذر نہیں۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

مجتہد صاحب نے سب سے زیادہ عجیب بات یہ کی ہے کہ اس نو تصنیف رسالے میں شروع سے آخر تک کتب شیعہ کو کہیں ہاتھ نہیں لگایا جو کچھ آپ نے لکھا ہے کتب اہلسنت کے حوالے سے اور ان حوالوں میں بھی اپنی طرف سے بہت کچھ قطع و برید کی ہے جس کا نمونہ خاتمہ میں پیش کیا جائے گا۔

مجتہد صاحب کی اس کارروائی نے ان کے مقصد کی ناکامی کو اظہر من الشمس کردیا کیونکہ "قاتلان حسین" کو شیعہ کہنے کی بنیاد کتب شیعہ پر ہے اور جبکہ انہوں نے کتب شیعہ کو ہاتھ نہ لگایا تو معلوم ہوا کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ کتب شیعہ کی رد سے قاتلانِ حسین کے شیعہ ہونے کا انکار ممکن نہیں۔

مجتہد صاحب نے ایک عجیب حیرت انگیز بات اپنے اس رسالہ میں یہ بھی لکھی ہے کہ میں نے یہ رسالہ بہ نیت مناظرہ نہیں لکھا ہے بلکہ محض تحقیق واقعات کے لئے لکھا ہے صفحہ ۲۸ میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

"میں نے مناظرہ کے لئے قلم نہیں اٹھایا ہے میں تو صرف ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے تاریخی حقائق کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

کیوں صاحب! مناظرہ مقصود نہ تھا تو کتب اہلسنت کے حوالے آپ نے کیوں دیئے؟ کیا کسی مسئلہ کی تحقیق فریق مخالف کی کتابوں سے کی جاتی ہے؟

مجتہد صاحب نے اگر کتب اہلسنت کے ساتھ کتب شیعہ کے بھی حوالے دیئے ہوتے تو بھی کوئی اعتراض کی بات نہ تھی اور کہا جاسکتا تھا کہ مزید تحقیق کے لئے انہوں نے فریقین کے حوالے پیش کردیئے۔

اگر کہا جائے کہ سنیوں کی کتابوں کو بطور گواہ صفائی پیش کیا گیا ہے تو گزارش یہ ہے کہ اول تو جو عبارتیں آپ نے کتب اہلسنت سے نقل کیں ہیں ان سے کچھ بھی صفائی نہیں ہوتی' دوسرے یہ کہ صفائی تو اس وقت پیش کی جاتی ہے جب مجرم اپنے جرم کا اقرار نہ کرے اور جب وہ خود معترف ہو جیسا کہ یہاں ہے تو گواہ صفائی کا پیش کرنا بالکل لغو اور عبث فعل ہے۔

بہرحال اب ہم اپنے اس رسالہ "قاتلانِ حسین کی خانہ تلاشی" میں کتب شیعہ سے تمام واقعات کو نقل کرکے پیش کرتے ہیں کہ یہ چیزیں ہیں جن کی بنا پر قاتلان حسین کو شیعہ کہا جاتا ہے مجتہد صاحب کو واضح رہے کہ یہ بات اب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی' یقیناً" قاتلان حسین شیعہ تھے جنہوں نے بعد قتل حسینؓ کے اپنی توبہ کو شہرت دیکر اپنے لئے "توابین" کا لقب اختیار کیا اور یہ لقب آج بھی تاریخی صفحات میں ان کے لئے بطور امتیازی خصوصیت کے ملتا ہے۔

اس رسالہ "قاتلان حسین کی خانہ تلاشی" کو میں دو باب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کرتا ہوں۔ باب اول میں شیعوں کے عام حالات بیان کئے گئے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت امام حسنؓ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور امام حسینؓ کے بعد کے ائمہ کے ساتھ کیا سلوک کئے۔

باب دوم میں خاص حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شیعوں کے حسن سلوک کا بیان ہے۔ خاتمہ میں مجتہد صاحب کے اس نو تصنیف رسالہ کی کارروائیوں کا نمونہ دکھایا گیا ہے کہ انہوں نے کتب اہلسنت سے عبارتوں کو نقل کرنے میں کیسی کیسی قطع و برید کی ہے اور عبارتوں کے ترجمہ میں کیسے ناجائز تصرفات فرمائے ہیں۔

تنبیہہ:- کتب شیعہ کی عبارتوں کو نقل کرنے میں یا ان کے ترجمہ میں علمائے شیعہ کی طرح کوئی خلاف دیانت کارروائی نہیں کی گئی۔ اگر کوئی صاحب ایسی کوئی کارروائی ہماری دکھادیں تو جو انعام وہ مانگیں دیا جائے گا۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

باب اول

اس باب میں شیعوں کے عام حالات اس لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ شیعوں کی بیوفائی اور بدسلوکی ہر امام کے ساتھ ہوتی رہی لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ شیعیت اور قتل امام حسینؓ میں منافاۃ ہے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ شیعوں کی بدسلوکی

شیعوں کی معتبر کتابوں میں حضرت علیؓ کے ساتھ شیعوں کی بیوفائی اور بدسلوکی کے واقعات خود حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے اس قدر منقول ہیں کہ اگر سب یکجا کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے اس وقت صرف نہج البلاغہ سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) نہج البلاغہ مطبوعہ مصر قسم اول صفحہ ۶۰ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

انبئت ان بسرا قد اطلع الیمن وانی واللہ لاظن ان ھولاء القوم سیدالون منکم باجتماعھم علی باطلھم وتفرقکم عن حقکم وبمعصیتکم امامکم وطاعتھم امامھم فی الباطل وبادائھم الامانۃ الی صاحبھم وخیانتکم وبصلاحھم فی بلادھم وفسادکم فلوا ئتمنت احدکم علی قعب لخشیت ان یذھب بعلاقتہ۔ اللھم انی قد مللتھم وسئمتھم وسئمونی فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرامنی اللھم مث قلوبھم کما یماث الملح فی الماء اما واللہ لوددت ان لی بکم الف فارس من بنی فراس بن غنم۔

مجھے خبر ملی ہے کہ بسر نے یمن پر چڑھائی کی ہے اور میں خدا کی قسم گمان کرتا ہوں کہ یہ لوگ تم سے بازی لے جائیں گے کیونکہ وہ اپنے باطل پر متفق ہیں اور تم اپنے حق سے متفرق ہو' اور تم اپنے امام کی نافرمانی کرتے ہو اور وہ اپنے امام کی باطل میں اطاعت کرتے ہیں اور وہ اپنے صاحب کے ساتھ امانت داری کرتے ہیں ار تم خیانت کرتے ہو اور وہ اپنے شہروں کو درست کرتے ہیں اور تم فساد کرتے ہو اگر میں تم سے کسی کے پاس ایک قعب امانت رکھواؤں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اس کی رسی لے جائے۔ اے اللہ میں نے ان کو رنجیدہ اور عاجز کیا اور انہوں نے مجھے' لہٰذا مجھے ان کے عوض میں ان سے اچھے لوگ دے اور ان کو میرے عوض میں مجھ سے برا حاکم دے اے اللہ ان کو گھلادے جیسے نمک پانی میں گھلایا جاتا ہے۔ اللہ

کی قسم میں یہ آرزو کرتا ہوں کہ کاش مجھے تمہارے عوض میں ایک ہزار سوار قبیلہ بنی فراس بن غنم کے مل جاتے۔

ف ۔ دیکھو حضرت علیؓ شیعوں سے کس قدر ناراض ہیں اور ان کی نافرمانی اور خیانت[1] اور فساد انگیزی کا ذکر کرکے کیسی سخت بددعا ان کو دی ہے اور ان کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

(۲) نہج البلاغہ مطبوعہ مصر قسم اول صفحہ ۶۲ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

فنظرت فاذا لیس لی معین الا اھل بیتی فضننت بھم عن الموت۔

پس میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میرا کوئی مددگار سوا میرے اہلبیت کے نہیں مگر ان کو میں نے موت سے بچایا۔

ف ۔ دیکھو حضرت علیؓ شیعوں سے کس قدر بے اعتمادی کا اظہار فرمارہے ہیں۔

(۳) نہج البلاغہ قسم اول صفحہ ۶۵ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

واللہ یمیت القلب ویجلب الھم اجتماع ھولاء القوم علی باطلھم وتفرقکم عن حقکم فقبحا لکم وترحا حین صرتم غرضا یرمی یغار علیکم ولا تغیرون وتغزون ولا تغزون ویعصی اللہ وترضون فاذا امرتکم بالسیر الیھم فی ایام الصیف قلتم ھذہ حمارۃ القیظ امھلنا یسبخ عنا الحر واذا امرتکم بالسیر الیھم فی الشتاء قلتم ھذہ صبارۃ القر امھلنا ینسلخ عنا البرد کل ھذا فرارا من الحر والقر فانتم واللہ من السیف افر یا اشباہ الرجال ولا رجال حلوم الاطفال وعقول ربات الحجال لوددت انی لم ارکم ولم اعرفکم معرفۃ واللہ جرت ندما واعقبت سدما قاتلکم اللہ لقد ملئتم قلبی قیحا وشحنتم صدری غیظا وجرعتمونی نغب التھمام انفاسا وافسدتم علی رائی بالعصیان والخذلان حتی قالت قریش ان ابن ابی طالب رجل شجاع ولکن لا علم لہ بالحرب۔

---

[1] شیعوں کی یہی حالت ہر زمانہ میں رہی۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۷ میں عبداللہ بن ابی یعفور سے منقول ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادقؒ سے کہا **انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لھم امانۃ وصدق ووفاء واقوام یتولونکم لیس لھم تلک الامانۃ ولا الوفاء ولا الصدق۔** یعنی مجھے بہت تعجب ہوتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری ولایت کے قائل نہیں اور فلاں فلاں یعنی تینوں خلفاء کو مانتے ہیں ان میں امانت ہے' صدق ہے' وفا ہے اور جو لوگ تم کو امام مانتے ہیں' ان میں نہ وہ امانت ہے نہ صدق ہے نہ وفا۔ امام جعفر صادق نے اس کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ اے عبداللہ تم غلط کہتے ہو بلکہ یہ فرمایا کہ جو سچے امام کو مانے اس پر کسی گناہ کی بابت عتاب نہ ہوگا۔

اللہ کی قسم دل کو مردہ کردیتا ہے اور رنج پیدا کرتا ہے ان لوگوں کا اپنے باطل پر متفق ہونا اور تمہارا اپنے حق سے متفرق ہونا' پس تمہارے لئے برائی اور رنج ہو تم تو نشانہ بن گئے کہ تم پر چھاپہ مارا جاتا ہے اور تم نہیں مارتے تم پر جہاد کیا جاتا ہے اور تم نہیں کرتے خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم خوش ہوتے ہو' جب میں گرمیوں کے دنوں میں تم کو ان کی طرف چلنے کا حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو گرمی کی شدت ہے ہم کو مہلت دیجئے کہ گرمی نکل جائے اور جب میں جاڑوں کے دنوں میں تم کو ان کی طرف چلنے کا حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو سردی کی شدت ہے مہلت دیجئے کہ سردی چلی جائے جب تم اس طرح سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تم تلوار سے زیادہ بھاگو گے' اے مردوں کے ہم شکل نامردو' لڑکوں کی سی سمجھ رکھنے والو' عورتوں کی ایسی عقل والو مجھے آرزو ہے کہ کاش میں نے تم کو نہ دیکھا ہوتا اور نہ پہچانا ہوتا۔ یہ پہچاننا ایسا ہے کہ واللہ اس سے پشیمانی حاصل ہوئی اور رنج لاحق ہوا خدا تم کو غارت کرے یہ تحقیق تم لوگوں نے میرا دل پیپ سے بھردیا اور میرا سینہ غصہ سے لبریز کردیا۔ تم لوگوں نے مجھے غم کے گھونٹ سانس لے لے کر پلائے اور نافرمانی کرکے اور ساتھ نہ دے کر میری رائے کو خراب کردیا یہاں تک کہ قریش کے لوگ کہتے ہیں کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے لیکن اس کو لڑائی (کے فن) کا علم نہیں ہے۔

ف۔ دیکھو حضرت علیؓ نے کیسی بددعا شیعوں کو دی اور ان کی نافرمانی بزدلی کو بیان فرمایا اور ان سے جو اذیت آپ کو پہنچی اور قریش میں جو بدنامی آپ کی ہوئی اس کا بھی ذکر فرمایا اب اس سے بہتر شیعوں کے کارنامے اور کیا ہوں گے۔

(۴) نہج البلاغہ قسم اول صفحہ ۷۸ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

اف لکم لقد سمت عتابکم ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ عوضا وبالذل من العز خلفا۔ اذا دعوتکم الی جہاد عدو کم دارت اعینکم کانکم من الموت فی غمرۃ ومن الذھول فی سکرۃ یرتج علیکم حواری فتعمھون فکان قلوبکم مالوسۃ فانتم لا تعقلون ما انتم لی بثقۃ سجیس اللیالی وما انتم برکن یمال بکم

فلا زوافرعز یفتقر الیکم ما انتم الا کابل ضل رعاتھا فکلما جمعت من جانب انتشرت من اخر لبئس لعمر اللہ سعر نار الحرب انتم تکادون ولا تکیدون وتنقص اطرافکم فلا تمتعطون لا ینام عنکم وانتم فی غفلۃ ساھون غلب واللہ المتخاذلون وایم اللہ انی لاظن بکم ان لوحمس الوغی واستحر الموت قد انفرجتم عن ابن ابی طالب انفراج الراس واللہ ان امراء یمکن عدوہ من نفسہ یعرق لحمہ ویھشم عظمہ ویفری جلدہ لعظیم عجزہ ضعیف ما ضمت علیہ جوانح صدرہ۔

تف ہے تم پر میں تم کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا تم نے بعوض آخرت کے دنیاوی زندگی کو پسند کرلیا اور بجائے عزت کے ذلت پر راضی ہوگئے جب میں تم کو دشمن سے جہاد کے لئے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں کہ گویا تم موت کی سختی میں ہو اور غفلت کے نشہ میں ہو تم میری بات کو نہیں سمجھتے اور سرگرداں رہتے ہو' گویا تمہارے دل دیوانے ہوگئے ہیں اور تم کچھ نہیں سمجھتے۔ تم پر مجھے کبھی بھروسہ نہیں اور تم میں کوئی مضبوطی نہیں کہ تمہارے ذریعہ سے دشمن پر حملہ کیا جائے اور نہ تم عزت کے ستون ہو کہ تمہاری کچھ حاجت ہو۔ تم مثل ان اونٹوں کے ہو جن کے چرواہے گم ہوگئے ہوں کہ ایک طرف سے وہ جمع کئے جاتے ہیں تو دوسری طرف سے منتشر ہوجاتے ہیں' اللہ کی قسم' آتش جنگ کے تم برے ایندھن ہو۔ تم سے کید کیا جاتا ہے مگر تم کید نہیں کرسکتے تمہارے مقبوضات کم ہوتے جارہے ہیں مگر تم کو غصہ نہیں آتا۔ تم سے غافل ہو کر نیند نہیں آسکتی تم غفلت کی بھول میں ہو۔ اللہ کی قسم ساتھ نہ دینے والے مغلوب ہوں گے' اللہ کی قسم میرا گمان تمہاری طرف یہ ہے کہ اگر لڑائی کی شدت ہوئی اور موت کا بازار گرم ہوا تو تم لوگ ابن ابی طالب سے اس طرح جدا ہوجاؤ گے جیسے سر جدا ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم جو شخص اپنے دشمن کو اپنے اوپر قابو دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت جدا کرے اور اس کی ہڈی توڑ ڈالے اور اس کی کھال پھاڑ ڈالے اس کی عاجزی بہت بڑی ہے اور اس کا دل نہایت کمزور ہے۔

ف: دیکھو شیعوں کی نافرمانی اور بزدلی کو کس طرح بیان فرمایا اور قسم کھا کر

ارشاد فرمایا کہ اگر لڑائی شدت پر پہنچی تو تم مجھے چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے پھر ان پر بے اعتمادی کا اظہار کس قدر فرمایا۔

(۵) نہج البلاغہ قسم اول صفحہ ۸۱ میں حضرت علی مرتضیٰؓ کا فرمان ہے۔

وقد کنت امرتکم فی ھذا الحکومۃ امری ونخلت لکم مخزون رأیی لو کان یطاع لقصیر امر فابیتم علی اباء المخالفین الجناۃ والمنابذین العصاۃ حتی ارتاب الناصح بنصحہ۔

اس معاملہ تحکیم کے متعلق میں نے اپنا حکم تم کو سنا دیا تھا اور اپنی پوشیدہ رائے تم پر ظاہر کردی تھی۔ کاش قصیر[1] کی کوئی بات مان لی جاتی۔ مگر تم نے اس طرح میری نافرمانی کی جیسے مخالف بے مروت اور عہد شکن نافرمان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصیحت کرنے والا خود اپنی نصیحت میں متردد ہوگیا۔

ف: دیکھو حضرت علیؓ مرتضیٰ اپنی کیسی عاجزی بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی ایک بات نہیں مانی جاتی اور شیعہ ہر بات میں انکی مخالفت کرتے ہیں۔

(۶) نہج البلاغہ قسم اول صفحہ ۱۸۸ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

اما والذی نفسی بیدہ لیظھرون ھولاء القوم علیکم لیس کانھم اولی بالحق منکم ولکن لاسراعھم الی باطل صاحبھم وابطاءکم عن حقی ولقد اصبحت الامم تخاف ظلم رعاتھا واصبحت اخاف ظلم رعیتی استنفرتکم للجھاد فلم تنفروا واسمعتکم فلم تسمعوا ودعوتکم سرا وجھرا فلم تستجیبوا ونصحت لکم فلم تقبلوا اشھود کغیاب وعبید کارباب اتلوا علیکم الحکم فتنفرون منھا واعظکم بالموعظۃ البالغۃ فتفرقون عنھا واحثکم علی جھاد اھل البغی فما اتی علی اخرالقول حتی اراکم متفرقین ایادی سبا ترجعون الی مجالسکم وتتخادعون عن مواعظکم اقومکم غدوۃ وترجعون الی عشیۃ کظھرا الحیۃ عجزا المقوم واعضل المقوم ایھا الشاھدۃ ابدانھم الغائبۃ عقولھم المختلفۃ اھواءھم المبتلی بھم امراءھم۔ صاحبکم یطیع اللہ وانتم تعصونہ وصاحب اھل الشام یعصی اللہ وھم یطیعونہ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدنیا بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلا منھم۔

۱ یہ جملہ بطور ضرب المثل کے مستعمل ہوتا ہے۔ قصیر ایک غلام کا نام ہے ایک واقعہ میں لوگوں نے اس کی رائے نہ مانی اور نتیجہ خراب نکلا تو اس نے کہا تھا کہ کاش قصیر کی کوئی بات مان لیجاتی۔

آگاہ ہوجاؤ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ لوگ (یعنی اہل شام) تم پر ضرور غالب ہوجائیں گے نہ اس وجہ سے کہ وہ بہ نسبت تمہارے حق سے زیادہ قریب ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے حاکم کی غلط بات کی طرف سبقت کرتے ہیں اور تم میری حق بات کے ماننے میں سستی کرتے ہو۔ لوگ تو اپنے حکام کے ظلم سے ڈرتے ہیں مگر میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈر رہا ہوں۔ میں نے تم کو جہاد کے لئے چلنے کو کہا مگر تم نہ نکلے۔ میں نے تم کو سنایا مگر تم نے نہ سنا میں نے تم کو پوشیدہ اور آشکارا بلایا مگر تم نے قبول نہ کیا۔ میں نے تم کو نصیحت کی مگر تم نے نہ مانی۔ اے حاضرو! جو مثل غائبوں کے ہو! اے غلامو جو مثل مالکوں کے ہو! میں تمہارے سامنے حکمتیں بیان کرتا ہوں اور تم ان سے بھاگتے ہو، میں تم کو موثر نصیحت کرتا ہوں اور تم اس سے متفرق ہوجاتے ہو۔ میں تم کو باغیوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دیتا ہوں مگر میں اپنی بات ختم بھی نہیں کرنے پاتا کہ تم لوگ اولاد سبا کی طرح متفرق ہوجاتے ہو اپنی مجلسوں کی طرف جب لوٹ کر جاتے ہو تو وعظوں کو بھول جاتے ہو صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور دوپہر کو کمان کی طرح ٹیڑھے ہوکر میرے پاس آتے ہو۔ سیدھا کرنے والا بھی تھک گیا اور جس کو سیدھا کیا جائے وہ بھی سخت ہوگیا۔ اے لوگو جن کے جسم تو حاضر ہیں مگر ان کی عقلیں غائب ہیں خواہشیں ان کی مختلف ہیں حکام ان کی وجہ سے مصیبت میں ہیں۔ تمہارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کا کہنا نہیں مانتے اور اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ میں اللہ کی قسم آرزو کرتا ہوں کہ کاش معاویہ مجھ سے تمہارا مبادلہ کرلیں جس طرح اشرفیاں روپیہ سے بدلی جاتی ہیں مجھ سے وہ دس آدمی تم میں سے لے لیں اور اپنا ایک آدمی مجھے دے دیں۔

یا اھل الکوفۃ منیت منکم بثلاث واثنتین۔ صم ذوو اسماع وبکم ذوو کلام وعمی ذووابصار لا احرار صدق عند اللقاء ولا اخوان ثقۃ عند البلاء یاشباہ الابل غاب عنھا رعاتھا کلما جمعت من جانب تفرقت من جانب اخر، واللہ لکانی بکم فیما اخال ان لوحمس الوغی وحمی الضراب وقد انفروجتم عن ابن

ابی طالب انفراج المراۃ عن قبلھا۔

اے اہل کوفہ میں تمہاری وجہ سے تین چیزوں اور دو چیزوں میں مبتلا ہوں۔ (تین چیزیں یہ ہیں) بہرے کان والے، گونگے بات کرنے والے، اندھے آنکھوں والے (اور دو چیزیں یہ ہیں) لڑائی کے وقت سچے دوست نہیں ہیں، اور بلا کے وقت بھروسہ کرنے کے لائق نہیں ہیں، اے مثل ان اونٹوں کے جن کے چرواہے غائب ہوں کہ ایک طرف سے جمع کئے جائیں تو دوسری طرف سے نکل جائیں۔ اللہ کی قسم میں تمہاری طرف یہ خیال کرتا ہوں کہ اگر لڑائی تیز ہوجائے اور مار شدت پر آجائے تو تم ابن ابی طالب سے اس طرح پھٹ جاؤ گے جس طرح عورت کی شرمگاہ پھٹ جاتی ہے۔

ف: اس سے زیادہ نافرمانی اور بزدلی اور سرکشی اور بیوفائی کا اظہار کیا ہوگا۔ انتہا ہے کہ اپنے دس شیعہ حضرت معاویہؓ کے ایک آدمی سے بدلنے کے لئے تیار ہیں۔ شیعوں کے پھٹ جانے کی تشبیہہ کس قدر نامہذب دی ہے۔ شیعوں کے جناب امیر کی شان کے مناسب یہی ہے۔

(۷) نہج البلاغہ صفحہ ۱۲۱ قسم دوم میں حضرت علیؓ مرتضیٰ کا ارشاد ہے:

احمد اللہ علی ما قضی من امر وقدر من فعل وعلی ابتلائی بکم ایتھا الفرقۃ التی اذا امرت لم تطع واذا دعوت لم تجب ان امھلتم خضتم وان حورتم خرتم وان اجتمع الناس علی امام طعنتم وان اجئتم الی مشاقۃ نکصتم لا ابا لغیرکم۔

ما تنتظرون بنصرکم ربکم والجھاد علی حقکم الموت او الذل لکم فواللہ لئن جاء یومی ولیاتینی لیفرقن بینی وبینکم وانا لکم قال وبکم غیر کثیر للہ انتم اما دین یجمعکم ولا حمیۃ تشحذکم اولیس عجبا ان معاویۃ یدعو الجفاۃ الطغام فیتبعونہ علی غیر معونۃ ولا عطاء وانا ادعوکم وانتم تریکۃ الاسلام وبقیۃ الناس الی المعونۃ وطائفۃ من العطاء فتتفرقون عنی وتختلفون علی انہ لا یخرج الیکم من امری رضا فترضونہ ولا سخط فتجتمعون علیہ وان احب ما انا لاق الی الموت۔

میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں ہر اس چیز پر جو اس کی قضا سے ہو اور ہر

اس فعل پر جو اس نے مقدر کیا ہو اور اس بات پر کہ میں تمہارے ساتھ مبتلا کیا گیا اے وہ فرقہ کہ جب میں حکم دیتا ہوں تو نہیں مانتا اور جب پکارتا ہوں تو نہیں جواب دیتا مگر تم کو مہلت دی جاتی ہے تو گپ بازی کرتے ہو اور اگر لڑائی پیش آتی ہے تو بزدلی کرتے ہو اور جب لوگ کسی امام[1] پر متفق ہوجاتے ہیں تو اس پر طعن کرتے ہیں اور جب کسی محنت کی طرف بلائے جاتے ہو تو پیچھے ہٹ جاتے ہو، تمہارا باپ مرجائے تم اپنے رب کی مدد کرنے میں اور اپنے حق کے لئے جہاد کرنے میں موت کا یا ذلت کا انتظار کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر میرا دن آگیا اور ضرور آئے گا تو یقیناً" میرے اور تمہارے درمیان میں وہ دن جدائی پیدا کردے گا اس حالت میں کہ تم سے ناراض ہوں اور تمہاری وجہ سے میری جماعت کثیر نہیں ہوئی۔ خدا کے لئے تم بتاؤ کیا کوئی دین ایسا نہیں ہے جو تم کو متفق کردے اور نہ حمیت ہے جو تم کو برافروختہ کردے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ معاویہ کج خلق اور کمینہ لوگوں کو بلاتے ہیں، اور وہ بغیر کسی معاوضہ کے ان کی پیروی کرتے ہیں اور میں تم کو بلاتا ہوں اور تم بقیۃ السلف ہو اور معاوضہ دینے کو کہتا ہوں مگر تم مجھ سے متفرق ہوجاتے ہو اور مجھ سے اختلاف کرتے ہو میری طرف سے کوئی بات رضامندی کی ہو تو تم اس سے رضامند نہیں ہوتے اور کوئی ناخوشی کی بات ہو تو اس پر بھی متفق نہیں ہوتے اور یقیناً" اب سب سے زیادہ مجھے موت کی آرزو ہے۔

ف۔ بس انتہا یہ ہے کہ شیعوں کی نافرمانیوں اور بے وفائیوں سے تنگ آکر حضرت علی مرتضیٰؓ موت کی آرزو کررہے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ مرتے دم تک میں تم سے ناخوش رہوں گا۔

اب انصاف کرنا چاہئے کہ جب شیعوں کی یہ حالت ہے کہ حضرت علیؓ ان کو نافرمان بیوفا، بزدل، خائن، مفسد، حیلہ ساز، بدعہد، ناقابل اعتماد، بے غیرت وغیرہ وغیرہ اوصاف سے موصوف فرما رہے ہیں اور حضرت معاویہؓ کے

---

[1] براہ کرم کوئی شیعہ صاحب اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ وہ امام کون تھا جس پر لوگوں کے متفق ہوجانے کے بعد شیعہ طعن کرتے تھے۔

ساتھیوں کو بمقابلہ ان کے پسند کرتے ہیں تو ان سے قتل حسین کیا مستبعد ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ شیعہ ہو کر امام حسین کو قتل کرے تو یہ بات ناممکن بات ہے جو لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ یہ برتاؤ کر سکتے ہیں وہ امام حسینؓ کے ساتھ بدرجہ اولی اس سے بڑھ کر کر سکتے ہیں۔

ف : حضرت معاویہؓ کی بڑی شکایت کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں شیعان علی کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خوب قتل کیا۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو ایسے بیوفا خائن' بدعہد لوگ جنہوں نے حضرت علیؓ کا ناک میں دم کر دیا تھا یقیناً" اسی قابل تھے۔

حضرت امام حسن کے ساتھ
شیعوں کی بدسلوکی

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۴۸ میں ہے :

لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب معاویۃ ابن ابی سفیان دخل علیہ الناس فلامہ بعضھم علی بیعتہ فقال ویحکم ماتدرون وما عملت واللہ للذی عملت خیر لشیعتی مما طلعت علیہ الشمس اوغربت (الی ان قال) اما علمت انہ مامنا احد الا ویقع فی عنقہ بیعتہ لطاغیتہ زمانہ الا القائم' الذی یصلی خلفہ روح اللہ عیسی بن مریم۔

جب حسنؓ بن علیؓ نے معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے صلح کرلی تو لوگ امام حسن کے پاس گئے اور بعض لوگوں نے ان کو معاویہؓ سے بیعت کرلینے پر ملامت کی تو امام حسن نے کہا تمہاری خرابی ہو تم کیا جانو کہ میں نے کیا کام کیا۔ خدا کی قسم جو کام میں نے کیا وہ میرے شیعوں کے لئے تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کی گردن میں اپنے زمانہ کے کسی گمراہ کی بیعت نہ ہو' سوا امام مہدی کے جن کے پیچھے

روح اللہ عیسی بن مریم نماز پڑھیں گے۔

ف۔ کیوں صاحب امام معصوم کو ملامت کرنا کوئی بڑی عمدہ صفت ہے۔

ایک بات اس حدیث میں یہ بھی قابل غور ہے کہ جب یہ بات مقدر ہو چکی تھی کہ سوا امام مہدی کے اور سب ائمہ کے گردن میں کسی گمراہ کے بیعت کا طوق ہوگا اور اس تقدیر کا حال بھی ائمہ کو معلوم تھا تو بھی امام حسین کو یزید کی بیعت سے انکار کیوں تھا۔ حضرت معاویہؓ کی بیعت کا طوق تو ان کی گردن میں تھا ہی ایک طوق اور ہو جاتا۔ کیا کوئی صاحب اس عقدہ کو حل کر سکتے ہیں۔

(۲) نیز احتجاج کے اسی صفحہ میں ہے۔

عن زید بن وھب الجھنی قال لما طعن الحسن بن علی بالمدائن اتیتہ وھو متوجع فقلت ماتری یا بن رسول اللہ فان الناس متحیرون فقال اری واللہ معاویۃ خیرلی من ھولاء یزعمون انھم لی شیعۃ ابتغوا قتلی وانتھبوا ثقلی واخذوا مالی واللہ لان اخذ من معاویۃ عھدا احقن بہ دمی وامن بہ فی اھلی خیر من ان یقتلونی فتضیع اھل بیتی واھلی۔ واللہ لوقاتلت معاویۃ لاخذوا بعنقی حتی یدفعوانی الیہ سلما واللہ لان اسالمہ وانا عزیز خیر لی من ان یقتلنی وانا اسیرو یمن علی فیکون سنۃ علی بنی ھاشم اخرالدھر ولمعاویۃ لایزال یمن بھا وعقبہ علی الحی منا والمیت۔

زید بن وہب الجہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب امام حسن کو مدائن میں نیزہ مارا گیا تو میں ان کے پاس گیا اس وقت ان کو زخم کی بہت تکلیف تھی۔ میں نے کہا اے فرزند رسول اللہ آپ کی کیا رائے ہے لوگ بہت متحیر ہو رہے ہیں' امام نے کہا اللہ کی قسم میں معاویہ کو اپنے لئے ان لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے کو میرا شیعہ کہتے ہیں انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا میرا اسباب لوٹ لیا اور میرا مال لے لیا' اللہ کی قسم میں معاویہ سے کوئی معاہدہ کرلوں جس سے میری جان اور میرے متعلقین کی حفاظت ہو جائے' یہ بہتر ہے اس سے کہ شیعہ مجھے قتل کردیں اور میرے متعلقین ضائع ہو جائیں واللہ اگر میں معاویہ سے لڑتا تو شیعہ میری گردن پکڑ کر مجھے معاویہ کے حوالے کردیتے واللہ عزت کے ساتھ معاویہ سے صلح کرنا اس سے بہتر

ہے کہ مجھے گرفتار کر کے قتل کردیں یا احسان رکھ کر آزاد کردیں' یہ احسان ان کا بنی ہاشم پر قیامت تک رہے گا اور معاویہ برابر اس احسان کا اظہار ہمارے زندہ اور مردہ پر کرتے رہیں گے۔

ف۔ دیکھو امام حسن شیعوں سے زیادہ بہتر اپنے حق میں حضرت معاویہؓ کو کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شیعوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا میرا مال لوٹ لیا اور اگر لڑائی ہوتی تو مجھے پکڑ کر حضرت معاویہؓ کے حوالے کردیتے۔

(۳) علامہ باقر مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر روایت کردہ است کہ سدیر صیرفی بخدمت امام محمد باقرؑ گفت کہ چگونہ امام حسنؑ امام باشد و حال آنکہ خلافت را بہ معاویہ گزاشت' حضرت فرمود کہ بس کن او دانا تر بود بانچہ کرد و اگر نمی کرد شیعیان ہمہ مستاصل می شدند و امر عظیمے روی داد۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ سدید صیرفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ امام حسن علیہ السلام کیوں کر امام ہوسکتے ہیں انہوں نے تو خلافت معاویہ کے حوالے کردی' امام باقرؑ نے فرمایا کہ خاموش رہو وہ زیادہ جاننے والے تھے اس کام کے جو انہوں نے کیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شیعہ سب فنا ہوجاتے اور بڑا ہنگامہ ہوجاتا۔

و در کتاب احتجاج روایت کردہ ست کہ چوں حضرت امام صلوات اللہ علیہ با معاویہ صلح کرد مردم بخدمت آنحضرت آمدند و بعضے ملامت کروند و را بر بیعت معاویہ

وایضا۔ روایت است کہ چوں خنجر بحضرت امام حسن صلوات اللہ علیہ زدنہ در مدائن زید بن وہب جہنی بخدمت آنحضرت رفت و آنحضرت در درد والم بود گفت چہ مصلحت می دانی یا ابن رسول اللہ بدرستیکہ مردم متحیر اندریں کار حضرت فرمود کہ بخدا سوگند کہ معاویہ از برائے من بہتر است ازیں جماعت اینہا دعوے می کنند کہ شیعہ من اند و ارادہ قتل من کردند مال مرا غارت کردند۔

اور کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن صلوات اللہ علیہ نے معاویہ سے صلح کی تو لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور بعض

لوگوں نے آپ کو معاویہ سے بیعت کرلینے پر ملامت کی۔

نیز روایت ہے کہ جب امام حسن صلوات اللہ علیہ کو خنجر مارا مدائن میں تو زید بن وہب جہنی آنحضرت کی خدمت میں گئے اس وقت آپ کو زخم کی تکلیف زائد تھی زید بن وہب نے کہا اے فرزند رسول اللہ' آپ کیا مصلحت سمجھتے ہیں لوگ اس کام میں بہت متحیر ہیں حضرت نے فرمایا خدا کی قسم معاویہ میرے لئے بہتر ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو میرے شیعہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور میرا مال لوٹ لے گئے۔

نیز جلاء العیون میں ہے:

شیخ کشی بہ سند معتبر از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن در خانہ نشستہ بود' ناگاہ سوار آمد کہ اورا سفیان بن لیلی می گفتند و گفت السلام علیکم اے ذلیل کنندہ مومناں۔

شیخ کشی نے بہ سند معتبر امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک سوار آیا جس کو سفیان بن لیلی کہتے تھے اس نے امام حسن کو کہا' سلام ہو تم پر اے ذلیل کرنے والے مومنوں کے۔

نیز جلاء العیون میں ہے کہ:

سید مرتضی رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ چوں حضرت امام حسنؑ علیہ السلام با معاویہ صلح کرد شیعیان کہ بیک دیگری رسند اظہار تاسف و حسرت می نمودند و آرزوئے قتال می کروند چوں دو سال از صلح گزشت بخدمت آنحضرت آمدند و سلیمان بن صرو خزاعی بحضرت عرض کرد کہ تعجب ما بر طرف نمی شود از صلح کردن تو با معاویہ و حال آنکہ چہل ہزار کس از مردان کارزار با تو بودند از اہل کوفہ۔

سید مرتضی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کرلی تو شیعہ جو ایک دوسرے سے ملتے تھے اس پر افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے تھے اور آرزو جنگ کی کرتے تھے' جب صلح کو دو سال گزر گئے تو امام حسن کی خدمت میں گئے سلیمان بن صرد خزاعی نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارا تعجب دور نہیں ہوتا کہ آپ نے معاویہ سے صلح

کیوں کی، حالانکہ چالیس ہزار مردان جنگی کوفہ کے رہنے والے آپ کے ساتھ تھے۔

نیز اسی جلاء العیون میں حضرت امام باقر کی زبان سے منقول ہے:

پس باپرسش امام حسن بیعت کردند و بعد از بیعت با او عذر و مکر کردند وخواستند کہ او را بدشمن دہند واہل عراق برروئے او ایستادند خنجر بہ پہلویش زدند وخیمہ اش را غارت کردند حتی کہ خلخال ہائے کنیزاں آنحضرت را از پا یہائے ایشاں بیروں آوردند، و او را مضطر کردن تا آنکہ با معاویہ صلح کرد، وخون ہائے خود واہلبیت خود را حفظ کرد۔ واہل بیت او بسیار اندک بودند پس بست ہزار کس از اہل عراق با حضرت امام حسین علیہ السلام بیعت کردند وآنہا کہ با او متابعت کردہ بودند شمشیر برروئے او کشیدند و ہنوز بیعت ہائے آنحضرت درگردن ایشاں بود کہ او را شہید کردند۔

پھر لوگوں نے ان کے فرزند امام حسن سے بیعت کی اور بیعت کے بعد ان سے بدعہدی کی اور مکر کیا اور چاہا کہ ان کو دشمن کے حوالے کردیں اور اہل عراق ان کے سامنے کھڑے ہوگئے اور ان کے پہلو میں خنجر مارا اور ان کا خیمہ لوٹ لیا، یہاں تک کہ آپ کی لونڈیوں کے پاؤں سے خلخال اتارلیں اور آپ کو مجبور کردیا کہ آپ نے معاویہ سے صلح کرلی اور اپنی اور اپنے اہلبیت کی جانوں کی حفاظت کی، اہلبیت ان کے بہت تھوڑے تھے، پھر بیس ہزار اہل عراق نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی اختیار کی تھی انہوں نے ان پر تلوار چلائی اور ہنوز آنحضرت کی بیعت ان کی گردن میں تھی کہ آپ کو شہید کردیا۔

ف: بہ نظر عبرت دیکھو، جن لوگوں نے حضرت امام حسن کو ایسی ایذائیں دیں، ان کے قتل کے لئے تیار ہوئے ان کو خنجر مارا، ان کو پکڑ کر حضرت معاویہ کے حوالے کردینے کا ارادہ کیا، ان کا خیمہ لوٹا، ان کی لونڈیوں کے زیور اتارلئے، ان سے امام حسین کے قتل کو مستبعد کہنا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے۔

امام حسین کے بعد والے ائمہ کے ساتھ شیعوں کے سلوک

امام حسین کے بعد ہر امام کو شیعوں کے ہاتھ سے ایذائیں پہنچی ہیں اور ہر امام نے اپنے زمانہ کے شیعوں کے متعلق ایسے ہی کلمات ارشاد فرمائے ہیں جیسے حضرت علی اور امام حسن نے فرمائے اگر ان سب کو یا ان میں سے اکثر کو کتب شیعہ سے نقل کیا جاوے تو بڑی طوالت ہوگی، لہٰذا نمونہ کے طور پر چند منقولات پر قناعت کی جاتی ہے۔

(۱) امام زین العابدین کو بعد قتل امام حسین کے شیعوں نے فریب دینا چاہا، مگر انہوں نے ان کی کوئی بات نہیں سنی، خدا نے ان کو بچالیا۔

احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷ میں ہے کہ جب شیعوں نے ان سے اپنی اطاعت و جاں نثاری کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا:

فقال علی بن الحسین هیهات هیهات ایها الغدرة المکرة حیل بینکم وبین شهوات انفسکم اتریدون ان تاتوا الی کما اتیتم الی ابائی من قبل، کلا ورب الراقصات فان الجرح لما یندمل من قتل ابی بالامس۔

کہ ہیہات ہیہات اے غدارو مکارو، تمہاری مرادیں نہ پوری ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے بھی فریب دو، جیسے تم نے میرے باپ دادا کو اس سے قبل فریب دیا۔ ہرگز نہیں، قسم ہے گردش والے آسمانوں کے رب کی ابھی تک میرے والد کی شہادت کا زخم مندمل نہیں ہوا۔

امام زین العابدین اگر کہیں شیعوں کے فریب میں آجاتے تو امام حسین کی نسل ہی کا خاتمہ ہوجاتا۔

(۲) امام باقر علیہ السلام کا زمانہ آیا تو ان کے شیعوں میں سب سے بڑے بزرگوار جناب زرارہ صاحب تھے جن کی روایتوں سے آج شیعوں کی کتب حدیث مالا مال ہیں، ایک مرتبہ امام باقر نے کتاب علی کی ان کو زیارت کرائی خود زرارہ صاحب نے اس کتاب کے متعلق جو رائے اپنی ظاہر فرمائی وہ فروع کافی جلد سوم صفحہ ۵۲ میں بایں الفاظ منقول ہے:

کنت رجلا عالما بالفرائض والوصایا بصیرا بھا فلما القی الی طرف
اصلحیفتہ اذا کتاب غلیظ یعرف انہ من کتب الاولین فنظرت فیھا فاذا فیھا
خلاف مابایدی الناس من الصلۃ والامر بالمعروف الذی لیس فیہ
اختلاف واذا عامتہ کذالک۔

میں علم فرائض اور وصایا کا عالم تھا اور اس علم میں بصیرت رکھتا تھا جب ایک کنارہ اس صحیفہ کا انہوں نے میری طرف ڈالا تو معلوم ہوا کہ ایک موٹی کتاب ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرانی کتاب ہے میں نے اس میں دیکھا تو صلہ رحم اور امر معروف کے وہ مسائل جو لوگوں کے پاس ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں، ان سب کے خلاف مسائل اس کتاب میں تھے اور اس کتاب کا اکثر حصہ ایسا ہی تھا۔

ف۔ زرارہ صاحب نے کتاب علی کے متعلق جو رائے ظاہر فرمائی وہ ایک بڑے مقصد کی تمہید تھی وہ جس مذہب کی ترویج کرنا چاہتے تھے چونکہ اس میں اسلام کے متفق علیہ مسائل کے خلاف باتیں تھیں اس لئے انہوں نے کتاب علی میں اس قسم کے مضامین کا حوالہ دیا۔

خیر یہاں تک کچھ مضائقہ نہ تھا اب آگے چلئے، زرارہ صاحب فرماتے ہیں:

ثم لقیت ابا جعفر علیہ السلام فقال لی اقرات صحیفتہ الفرائض فقلت نعم،
فقال کیف رایت ما قرات قال فقلت باطل لیس بشئی ھو خلاف ما علیہ الناس

پھر میں نے امام باقر علیہ السلام سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے فرائض کا صحیفہ پڑھا۔ میں نے کہا، ہاں امام باقر نے فرمایا جو کتاب تم نے پڑھی اس کی بابت تمہاری کیا رائے ہے، میں نے کہا کہ وہ باطل کتاب ہے کچھ نہیں ہے اس میں لوگوں کے اجماعیات کے خلاف مسائل ہیں۔

اب دیکھو کہ زرارہ صاحب نے رودررو امام باقر علیہ السلام کو کس قدر گستاخانہ جملہ کہہ کر ایذا پہنچائی۔ کتاب علی کو باطل کہہ دینا کوئی معمولی بات نہیں اچھا اور آگے چلئے امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

قال فان الذی رایت واللہ یا زرارۃ ھو الحق الذی رایت املاء رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وخط علی علیہ السلام بیدہ فاتانی الشیطان فوسوس فی
صدری فقال وما یدری انہ املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ

امام باقر نے فرمایا اے زرارہ جو کتاب تم نے دیکھی وہ حق ہے جو کتاب تم نے دیکھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی اور علی علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، پھر شیطان میرے پاس آیا اور اس نے وسوسہ دلایا کہ یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ کی بتائی ہوئی اور علی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی بات ہوگی کہ زرارہ صاحب باوجود امام معصوم کے فرمانے کے یقین نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کتاب علی کی لکھی ہوئی اور رسول اللہ کی بتائی ہوئی ہے۔

انہیں زرارہ صاحب نے ایک مرتبہ امام باقر سے خوب بحث کی اور بار بار ان کے قول کو رد کیا چاہتے تھے کہ امام کو قائل کردیں مگر وہ قائل نہ ہوئے تو زرارہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

قلت فی نفسی شیخ لا علم لہ بالخصومۃ

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک بڈھا ہے جس کو بحث کرنے کا طریقہ بھی معلوم نہیں۔

علامہ خلیل قزوینی صافی شرح کافی میں اس عبارت کا ترجمہ فارسی میں بایں الفاظ کرتے ہیں:

"ایں پیر بے دماغ شدہ نمیداند روش گفتگو با خصم۔"

انہیں زرارہ صاحب نے امام باقر و امام جعفر صادق کی نسبت یہ مشہور کیا کہ یہ دونوں تقیہ بہت کرتے ہیں حتی کہ اپنے مخلص شیعوں کو بھی تقیہ میں مسائل غلط بتا دیتے ہیں۔

اصول کافی صفحہ ۳۷ میں خود اپنا ایک واقعہ زرارہ صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ آپ اپنے شیعوں میں اختلاف کیوں ڈالتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ اسی میں ہماری اور تمہاری خیریت ہے تم

سب لوگ ایک بات پر متفق ہوجاؤ گے تو لوگ تم کو ہم سے روایت کرنے میں سچا سمجھ لیں گے۔

(۳) امام جعفر صادق کا زمانہ آیا اور شیعوں کا جوش و خروش بہت زیادہ ہوا' دوسرے شیعوں سے قطع نظر کرکے صرف انہیں بزرگوار یعنی زرارہ صاحب کے کچھ حالات ملاحظہ ہوں:

رجال کشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے زیاد بن حلال نے زرارہ صاحب کا بتایا ہوا ایک مسئلہ بیان کیا تو امام نے فرمایا:

كذب علی والله كذب علی والله لعن الله زرارة لعن الله زرارة لعن الله زرارة - (صفحہ ۹۸)

میرے اوپر اس نے جھوٹ افترا کیا' واللہ میرے اوپر اس نے جھوٹ افترا کیا' اللہ زرارہ کو لعنت کرے' اللہ زرارہ کو لعنت کرے' اللہ زرارہ کو لعنت کرے۔

نیز اسی رجال کشی صفحہ ۹۹ میں ہے:

عن عبدالرحیم القصیر قال قال لی ابو عبدالله ائت زرارة و برید فقل لهما ماهذه البدعة التی ابتدعتماها اما علمتما ان رسول الله صلی الله علیه واله قال کل بدعة ضلالة قلت انی اخاف منهما فارسلا معی لیث المرادی فاتینا زرارة فقلنا له ما قال ابو عبدالله فقال قد اعطانی الاستطاعة وما شعر واما برید فقال لا والله لا ارجع عنها ابدا۔

عبدالرحیم قصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے امام جعفر صادق نے کہا کہ زرارہ اور برید کے پاس جاؤ اور ان دونوں سے کہو کہ یہ کیا بدعت ہے جو تم نے ایجاد کی ہے کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے میں نے کہا میں ان دونوں سے ڈرتا ہوں میرے ہمراہ لیث مرادی کو بھیج دیجئے چنانچہ ہم دونوں زرارہ کے پاس گئے اور ان سے بیان کیا جو کچھ امام صادق نے فرمایا تھا زرارہ نے کہا کہ مجھے تو یہ مسئلہ انہوں نے بتا دیا ہے۔ اور ان کو خبر نہیں' اور برید نے کہا کہ

میں اپنی بات سے کبھی رجوع نہ کروں گا۔

نیز اسی رجال کشی صفحہ ۹۹ میں ہے:

عن ابی عبدالله قال ذکر عنده بنو اعین فقال والله ما یرید بنو اعین الا ان یکونوا علی غلب۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اعین (زرارہ کا باپ) کی اولاد کا ذکر ان کے سامنے ہوا تو انہوں نے کہا کہ اعین کے بیٹے یہ چاہتے ہیں کہ میرے اوپر غالب رہیں۔

نیز اسی رجال کشی میں ہے:

عن ابن مسکان قال سمعت زرارة یقول رحم الله ابا جعفر واما جعفر فان فی قلبی علیه لعنة قلت له وما حمل زرارة علی هذا قال حمله علی هذا ان ابا عبدالله اخرج مخازیه۔

ابن مسکان سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں' میں نے زرارہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ باقر پر رحم کرے لیکن جعفر تو میرے دل میں ان پر لعنت ہے' میں نے ابن مسکان سے پوچھا کہ زرارہ نے ایسا کیوں کیا ابن مسکان نے کہا اس وجہ سے کہ امام صادق نے اس کی برائیاں بہت بیان کیں۔

ایک دوسرے بزرگوار شیعہ جناب ابو بصیر صاحب ہیں کہ وہ بھی مثال زرارہ صاحب کے کئی اماموں کے صحابی ہونے کا شرف رکھتے ہیں ان کا ایک واقعہ اسی رجال کشی صفحہ ۱۱۶ میں ہے۔

عن یونس قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبدالله لیطلب الاذن فلم یؤذن له فقال لو کان معنا طبق لاذن قال فجاء کلب فشغر فی وجه ابی بصیر۔

یونس سے روایت ہے کہ ابو بصیر ایک روز امام جعفر صادق کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اندر جانے کی اجازت ملے مگر نہیں ملی تو کہنے لگا کہ ہمارے ساتھ طبق ہوتا تو اجازت مل جاتی۔ پھر ایک کتا آیا' اور اس نے ابو بصیر کے منہ میں پیشاب کر دیا۔

ف۔ النجم جلد ۵ ماہ شوال کے نمبر میں اصحاب ائمہ کے کچھ حالات لکھے گئے تھے اور شیعوں کی ایمانداری کا نمونہ پیش کیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام پر تو ذرا ذرا سی بات پر بلکہ محض بے بنیاد اپنے خانہ زاد قصص و حکایات کی بنا پر طعن کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں مگر اپنے ائمہ کے اصحاب پر باوجودیکہ انہوں نے ایسی ایسی گستاخیاں ائمہ کے ساتھ کیں ائمہ پر انہوں نے لعنت کی ائمہ نے ان پر لعنت کی، کچھ بھی اعتراض نہیں کرتے بلکہ ان سب کو مقبول اور واجب التعظیم جانتے ہیں اس سلسلہ میں زرارہ اور ابو بصیر کے وہ حالات جو اوپر بیان ہوئے نقل کئے گئے تھے۔

سہیل مورخہ ربیع الثانی و جمادی الاولی سنہ ۴۷ھ میں شیعوں کے قبلہ مولوی سبط حسن صاحب نے اس کا جواب دیا، جس کو عبرت کے لئے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق نے زرارہ پر لعنت کی اس کے جواب میں مولوی سبط حسن صاحب نے ایک روایت اپنے یہاں سے نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "میں زرارہ کی مذمت اس لئے بیان کرتا ہوں تاکہ لوگ اس کو میرا آدمی نہ سمجھیں اور اس کو ایذا نہ دیں اور یہ فعل میرا بالکل ویسا ہی ہے کہ خضر علیہ السلام نے بادشاہ ظالم سے بچانے کے لئے کشتی کو توڑ دیا تھا۔" اس جواب کا ماحصل یہ ہوا کہ امام جعفر صادق نے جھوٹ موٹ زرارہ کی تکذیب کی اور اس پر لعنت فرمائی اور خضر علیہ السلام کے فعل سے اس کو کوئی مشابہت نہیں کیونکہ خضر علیہ السلام کو زبان سے کوئی جھوٹ بات نہیں کہنی پڑی تھی۔

غرض یہ کہ زرارہ کی حمایت میں مولوی سبط حسن نے امام جعفر صادق کو جھوٹا کہہ دیا۔

پھر اس کے بعد کی دو روایتیں جن میں سے ایک میں زرارہ کا ایک بدعت کو ایجاد کرنا بیان کیا گیا اور برید کا صاف کہہ دینا کہ میں امام کے کہنے سے اپنی بات نہ چھوڑوں گا بیان کیا گیا ہے اور دوسری روایت جس میں امام جعفر صادق نے فرمایا کہ زرارہ کا سارا خاندان مجھ کو دبانا چاہتا ہے ان دونوں ہی روایتوں کو نہ سہیل میں نقل کیا نہ ان کا کوئی جواب دیا۔

زرارہ صاحب نے امام جعفر صادق پر لعنت کی اس کا جواب مولوی سبط حسن صاحب نے یہ دیا کہ یہ لفظ لعنتہ نہیں بلکہ لفتتہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ میرے قلب میں جعفر کی طرف سے کچھ انحراف ہے، النجم میں اس کا یہ جواب دیا گیا کہ لفتتہ کا صلہ علی کے ساتھ نہیں آتا عنہ ہونا چاہئے اور اگر ہم اس کو مان بھی لیں تو کیا امام جعفر صادق کی طرف سے دل کا انحراف آپ کے نزدیک کوئی مذموم بات نہیں ہے اس کے بعد سہیل میں پھر کوئی جواب نہ نکلا۔

ابو بصیر نے امام جعفر صادق کو طماع کہا اس کا جواب مولوی سبط حسن صاحب نے یہ دیا کہ امام کو طماع نہیں کہا بلکہ دربان کو کہا۔ النجم میں اس کا جواب دیا گیا کہ دربان کو کہنا بالکل بے معنی ہے، دربان تو امام کے حکم کی تعمیل کرتا تھا اور طبق جو آتے تھے وہ امام ہی کے گھر میں جاتے تھے دربان بے چارے کا اس میں کیا فائدہ تھا جو اس کو طماع کہا جاتا، سہیل میں پھر اس کا کچھ جواب نہ شائع ہوا۔

زرارہ صاحب نے امام باقر علیہ السلام کو بڈھا بے علم کہا تھا، اس کا جواب مولوی سبط حسن صاحب نے یہ دیا کہ پھر یہی لفظ زرارہ نے اپنے کو کہہ لیا۔ عجیب لطیف جواب ہے اپنے کو کہہ لینے سے کیا نتیجہ، ہاں اگر اس کہنے سے زرارہ کی توبہ ثابت کرتے تو ایک بات بھی تھی۔

سہیل مجریہ جمادی الثانی و رجب میں لطافت حسین صاحب بلگرامی مقیم آرہ کا ایک مضمون شائع ہوا، مولوی سبط حسن صاحب کے جواب کو ناکافی قرار دیکر انہوں نے جواب دینے کا بیڑا اٹھایا مگر صرف ابو بصیر والی روایت کا جواب دیا اور باقی روایات کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی، جواب یہ دیا کہ ابو بصیر نے جو گستاخی کی تھی اس کی سزا بھی تو مل گئی، کتے نے منہ میں پیشاب کردیا، مولوی سبط حسن کہیں کہ ابو بصیر نے گستاخی کی ہی نہ تھی۔ دربان کو طماع کہا تھا، لطافت حسین صاحب فرمائیں کہ گستاخی کی تھی مگر سزا بھی مل گئی، اس دوسرے جواب میں بھی یہ بات باقی رہ گئی کہ کیا کتے کے پیشاب کردینے سے ابو بصیر صاحب کو اب توبہ کی حاجت نہ رہی اور بغیر توبہ

کے آپ نے ابو بصیر کو مقبولین میں کیوں شمار کرلیا۔

المختصر علماء شیعہ اپنے ائمہ کے اصحاب کے واقعی عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں اور ان کی حمایت میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور پھر بھی کام نہیں چلتا۔

امام جعفر صادق کو قتل کے لئے پکڑ کر لے جانا

ربیع ایک بڑے مخلص شیعہ امام جعفر صادق کے ہیں، منصور خلیفہ عباسی کے دربان تھے ان کا خلوص تشیع بہت بڑھا ہوا تھا انھوں نے امام جعفر صادق کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جلاء العیون سے ہم نقل کرتے ہیں:

وایضا" روایت کردہ است (ابن بابویہ و ابن شہر آشوب) کہ روزے منصور ملعون در قصر حمراے خود نشست و ہر روز کہ دراں قصر شوم می نشست آں روز را روز ذبح می گفتند زیراکہ نمی نشست دراں عمارت مگر برائے قتل و سیاست و دراں ایام حضرت جعفر صادق را از مدینہ طلبیدہ بود و آں حضرت داخل شد چوں شب شد و بعضے از شب گزشت، ربیع حاجب خود را طلبید و گفت قرب و منزلت خود را نزد من می دانی و آں قدر ترا محرم خود گردانیدہ ام کہ بسیار است کہ ترا برازے چند مطلع گردانم کہ آنہا را از اہل حرم خود پنہاں می دارم، ربیع گفت اینہا از نور اشفاق خلیفہ است بہ من و من نیز در دولت خواہی تو مانند خود کسے را گمان ندارم، گفت چنیں ست می خواہم ہمیں ساعت بروی و جعفر بن محمد را بر ہر جا حالتے کہ بیابی بیاری و نگذاری کہ ہیئت و حالت خود را تغیر دہد، ربیع گفت بیرون آمدم، و گفتم انا للہ وانا الیہ راجعون ہلاک شدم۔ زیراکہ اگر او را دریں وقت بہ نزد ایں لعین می آوردم بایں شدت غضبے کہ او دارد، البتہ او را ہلاک می کند و آخرت از دستم برود و اگر مداہنت می کنم و نمی آوردم مرا می کشد و نسل مرا می اندازد و مالہاے مرا می گیرد پس مترددشدم میان دنیا و آخرت۔ و نفسم مائل بہ دنیا شد و دنیا را بر آخرت اختیار کردم۔

محمد پسر ربیع گفت کہ چوں پدرم بخانہ آمد مرا طلبید و من از ہمہ پسرہائے او جری تر و سنگین دل تر بودم پس گفت برو نزد جعفر بن محمد و از دیوار خانہ او بالا رو و بہ بیخبری بسرائے خانہ او داخل شو و بر حالتے کہ او را بیابی بیار پس آخر شب بہ منزل آں حضرت رسیدم و نردبانے گزاشتم و بخانہ، او بے خبر در آمدم دیدم کہ پیراہنے پوشیدہ و دستمالی بر کمر بستہ مشغول نماز ست، چوں از نماز فارغ شد گفتم بیا کہ خلیفہ ترا می طلبد گفت بگذار کہ دعا بخوانم و جامہ بپوشم گفتم نمی گذارم فرمود کہ بگذار بروم و غسلے کنم و مہیائے مرگ گردم گفتم کہ مرخص نیستم و نمی گذارم پس آں مرد پیر ضعیف را کہ زیادہ از ہفتاد سال از عمرش گذشتہ بود بایک پیراہن سر و پاے برہنہ از خانہ بیروں آوردم چوں پارہ راہ آمد سخت برو غالب شد و من رحم کردم براو، و او را بر اشتر خود سوار کردم، چوں بدر قصر خلیفہ رسیدم شنیدم کہ با پدرم می گفت وائے بر تو اے ربیع دیر کرد و نیامد۔

پس ربیع بیروں آمد چوں نظرش بر امام علیہ السلام افتاد و او را بایں حالت مشاہدہ کرد گریست زیراکہ ربیع اخلاص بسیار بخدمت حضرت داشت و آں بزرگوار را امام زماں می دانست حضرت فرمود کہ اے ربیع! دانم کہ تو بجانب ما میل داری، ایں قدر مہلت بدہ کہ دو رکعت نماز بکنم و با پروردگار خود مناجات کنم ربیع گفت انچہ خواہی بکن و بہ نزد آں لعین برگشت و او مبالغہ می کرد و از روئے طیش و غضب کہ جعفر را زود حاضر کن، پس حضرت دو رکعت نماز کرد زمان طولے باداتاے راز عرض نیاز کرد چوں فارغ شد ربیع دست آں حضرت را گرفت و داخل ایوان کرد پس در میان ایوان نیز دعائے خواند چوں امام عصر را باندرون قصر بردم و نظر آں لعین بر آنحضرت افتاد، از روئے خشم و کیں گفت اے جعفر تو ترک نمی کنی حسد و بغی خود را بر فرزندان عباس و ہر چند سعی می کنی در خرابی ملک ایشاں فائدہ نمی بخشد، حضرت فرمود کہ بخدا سوگند کہ اینہا کہ می گوئی ہیچ یک نہ کردہ ام، وتومی دانی کہ در زمان بنی امیہ کہ دشمن ترین خلق بودند برائے ما و شما باں آزارہا کہ از ایشاں بما و اہل ما رسید، ایں ارادت نہ کردم و از من بایشاں بدے نرسید

باشما چرا ایں اراد ہا کنم باخویشے نسبی واشفاق و الطاف شما نسبت بما وخویشاں ما۔

نیز ابن بابویہ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن منصور (بادشاہ) اپنے قصر حمراء میں بیٹھا تھا اور جس دن کہ وہ اس منحوس قصر میں بیٹھتا تھا اس دن کو ذبح کا دن کہتے تھے' کیونکہ اس عمارت میں قتل اور سیاست ہی کے لئے بیٹھتا تھا انہیں دنوں میں اس نے حضرت صادق کو بھی مدینہ سے بلایا تھا اور آپ تشریف لا چکے تھے۔ جب رات ہوئی اور کچھ حصہ رات کا گزر گیا تو منصور نے اپنے دربان ربیع کو بلایا اور کہا کہ تو اپنا قرب اور منزلت میرے دربار میں جانتا ہے۔ میں نے تجھ کو اس قدر محرم اپنا بنایا ہے کہ بہت سے راز جو تجھ سے بیان کردیتا ہوں اپنے اہل حرم سے بھی چھپاتا ہوں ربیع نے کہا یہ خلیفہ کی مہربانی مجھ پر ہے اور میں بھی آپ کی دولت خواہی میں اپنے مثل کسی کو گمان نہیں کرتا۔ منصور نے کہا ہاں یہی بات ہے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تو جا اور جعفر بن محمد کو جس حالت میں پا اسی حالت میں لے آ۔ اور ان کو اس بات کی مہلت نہ دینا کہ وہ اپنی حالت کو درست کریں ربیع نے کہا میں باہر آیا اور میں نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" میں تو ہلاک ہوا۔ کیونکہ اگر اس وقت میں ان کو اس لعین کے پاس لاتا ہوں تو اس غصہ کی حالت میں یقیناً" ان کو ہلاک کردیگا اور آخرت میرے ہاتھ سے چلی جائے گی اور اگر میں سستی کرتا ہوں اور نہیں لاتا تو مجھ کو مار ڈالے گا اور میری نسل کو برباد کرے گا اور میرا مال لے لیگا پس متردد ہوا میں درمیان دنیا و آخرت کے اور میرا نفس دنیا کی طرف مائل ہوا اور میں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ محمد پسر ربیع کہتا ہے کہ میرے باپ جب گھر میں آئے تو مجھے بلایا اور میں ان کے سب لڑکوں میں زیادہ جری اور سنگدل تھا پھر مجھ سے کہا کہ جعفر بن محمد کے پاس جاؤ ان کے گھر کی دیوار سے چڑھ جانا اور بے خبری کی حالت میں ان کے گھر کے اندر داخل ہونا اور جس حالت میں ان کو پانا لے آنا' پس آخر شب میں ان کے مکان میں گیا اور سیڑھی لگا کر بیخبران کے گھر میں داخل ہوگیا' دیکھا میں نے

کہ ایک کرتہ پہنے ہوئے اور رومال کمر میں باندھے ہوئے نماز میں مشغول ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا چلئے خلیفہ آپ کو بلاتے ہیں' کہنے لگے کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دعا مانگ لوں اور کپڑے پہن لوں میں نے کہا کہ میں مہلت نہ دوں گا فرمایا اچھا اتنی مہلت دو کہ میں غسل کرکے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ میں نے کہا مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ میں نہیں مہلت دوں گا پھر اس بوڑھے آدمی کو جس کی عمر ستر سال سے زائد تھی ایک کرتہ میں سروپا برہنہ گھر سے باہر لایا۔ تھوڑا سا راستہ طے ہوا تو کمزوری ان پر غالب ہوئی اور میں نے ان پر رحم کیا اور اپنے خچر پر سوار کرلیا جب میں خلیفہ کے محل کے دروازہ پر پہنچا تو سنا کہ وہ میرے والد سے کہہ رہا تھا اے ربیع تیری خرابی ہو جعفر نے بہت دیر کی اور ابھی تک نہ آیا پس ربیع باہر آئے جیسے ہی ان کی نظر امام علیہ السلام پر پڑی اور ان کو اس حالت میں دیکھا تو روئے کیونکہ ربیع بہت اخلاص حضرت کی خدمت میں رکھتے تھے اور اس بزرگوار کو امام وقت جانتے تھے' حضرت نے فرمایا اے ربیع! میں جانتا ہوں کہ تم ہماری طرف میل رکھتے ہو مجھے اس قدر مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات کروں ربیع نے کہا کہ جو چاہئے کیجئے یہ کہہ کر وہ اس لعین کے پاس لوٹ گئے وہ غیض و غضب کی حالت میں تاکید کررہا تھا کہ جعفر کو جلد حاضر کرو۔ پس حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی اور دیر تک دانائے راز کے ساتھ عرض نیاز کی جب فارغ ہوئے تو ربیع نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور محل کے اندر داخل کیا پھر حضرت نے محل کے اندر بھی دعا پڑھی جب میں امام کو محل کے اندر لے گیا اور اس لعین کی نظر آپ پر پڑی تو غصہ اور عداوت سے کہنے لگا اے جعفر تو حسد اور بغاوت کو ترک نہ کرے گا جو تم لوگوں کو اولاد عباس کے ساتھ ہے اور ہر چند تو ہماری سلطنت کے تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ باتیں جو آپ بیان کرتے ہیں' میں نے کچھ نہیں کہیں اور آپ جانتے ہیں کہ بنوامیہ کے زمانہ میں جو سب سے زیادہ ہمارے اور آپ کے دشمن تھے اور باوجود ان تکالیف کے جو ان سے ہم کو

اور ہمارے لوگوں کو پہنچیں میں نے اس قسم کا ارادہ نہیں کیا اور میری طرف سے کوئی برائی ان کے ساتھ نہیں ہوئی تو بھلا آپ لوگوں کے ساتھ ایسا کیوں کرنے لگا کہ نسبی قرابت کے ساتھ آپ کی مہربانیاں ہم پر اور ہمارے لوگوں پر ہیں۔

ف۔ ابھی یہ روایت دور تک گئی ہے خلاصہ یہ ہے کہ بہت خوشامد و عاجزی کرنے پر امام جعفر صادق کی جان بری ہوئی۔

اب خیال کرو کہ ربیع جیسے مخلص شیعہ نے امام کو قتل کے واسطے پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور آپ کی گرفتاری کے لئے اپنے لڑکوں میں سے اس کو منتخب کیا جو سب سے زیادہ سنگدل تھا' جو خود سوار ہو کر چلا اور امام کو پیادہ دوڑایا بالآخر جب ان سے نہ دوڑا گیا تو بڑی مہربانی کی کہ سوار کرلیا۔

شیعوں کے یہ سلوک اماموں کے ساتھ تھے تو پھر قتل حسین پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے اگر کہا جائے کہ ربیع نے مجبوری میں یہ کام کیا تو قاتلان حسین کی بھی مجبوری ظاہر ہے جس طرح ربیع نے منصور کے حکم سے یہ کام کیا قاتلان حسین نے یہ کام ابن زیاد وغیرہ کے حکم سے کیا۔

اگر کہا جائے کہ اس روایت میں آگے چل کر ربیع کی توبہ مذکور ہے تو پھر قاتلانہ حسین کی بھی توبہ منقول ہے بلکہ ان کی توبہ تو ایسی زبردست تھی کہ ان کا لقب ہی توابین ہوگیا۔

قصہ قتل امام رضا

اسی مقام پر جلاء العیون کی ایک اور روایت بھی ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے کہ مامون رشید خلیفہ عباسی جو خود شیعہ تھا' جیسا کہ قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے اور احتجاج طبرسی سے بھی اس کا شیعہ ہونا ثابت ہے' صبیح دیلمی بڑا مخلص شیعہ اور شیعیت میں نہایت غالی تھا امام رضا علیہ السلام کے قتل پر مامور کیا اور ان مخلص شیعوں نے کس طرح اس

خدمت کو انجام دیا' جلاء العیون کی عبارت حسب ذیل ہے۔

ابن بابویہ بہ سند معتبر از ہرثمہ بن اعین روایت کردہ است کہ روزے بہ قصد ملازمت حضرت امام رضا بدرخانہ مامون رفتم' چوں بدر سرائے او رسیدم صبیح دیلمی را کہ از جملہ مقربان مامون و موالیان آنحضرت بود دیدم چوں نظرش بر من افتاد گفت اے ہرثمہ تو می دانی کہ من امین مامون ام و محل اعتماد آں ملعون گفتم بلے' گفت دی شب مرا باسی نفر از غلامان خاص خود کہ محرم اسرار او بودند' بعد از آں کہ ثلثے از شب گذشتہ بود طلب نمود چوں بروئے داخل شدیم' دیدم کہ آں سیاہ دل از کثرت شموع و مشاغل مجلس خود را بہ مشابہ روز روشن ساختہ و تیغ ہائے زہر آلود در پیش گزاشتہ پس ہریک از ما را نزد خود طلبید و عہد و پیمان گرفت کہ بانچہ فرماید عمل کنیم و راز را پنہاں داریم و ہریک را تیغے زہر آلودے بکف داد و گفت بروید بسوئے حجرہ حضرت امام رضا علیہ السلام دور ہر حالت کہ او را بیابید با او سخن مگوئید خواہ نشستہ خواہ ایستادہ خواہ در بیداری خواہ در خواب وایں شمشیرہا را بربدن او فرود آرید و گوشت و پوست و استخوان او را ریزہ ریزہ کنید و اجزائے او را بیک دیگر بیامیزید وایں شمشیرہا بر بساط او بمالید و از آلائش خون پاک کنید و نزد من آئید و اگر بانچہ گفتم عمل نمائید وایں راز را افشا نہ کنید ہریک را دوازدہ بدرہ زر بدہم باضاع و عقار نیکو و تا زندہ باشم از مقربان من باشد صبیح گفت شمشیرہا را از آں ملعون گرفتہ متوجہ حجرہ مقدسہ آنحضرت شدیم چوں بحجرہ در آمدیم دیدم کہ آں جناب بر پہلوئے مبارک خود خوابیدہ و دست ہائے خود را حرکت می داد و بہ سخنے تکلم می نمود کہ ما نمی فہمیدیم من بیک طرف حجرہ ایستادم و سر شمشیر خود را بر زمین نہادم و ترساں و ہراساں نظری کردم و آں غلامان بے حیا بجانب آں امام اصفیا شتافتند و شمشیرہائے خود را یک نوبت برجسد مطہر آں سرور فرود آوردند و آں حضرت زرہے و جامہ پوشیدہ بود کہ مانع تاثیر شمشیر باشد۔ پس آں امام غریب را بر بساط خود پیچیدند و بسوئے ما برگشتند

(جلاء العیون)

ابن بابویہ نے بہ سند معتبر ہرثمہ بن اعین سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں حضرت امام رضا کی زیارت کے لئے مامون کے محلسرا پر گیا جیسے ہی دروازے پر پہنچا تو میں نے صبیح دیلمی جو مامون کا مقرب اور آں حضرت کے دوستوں میں سے تھا دیکھا جب نظر اس کی مجھ پر پڑی تو صبیح نے کہا کہ اے ہرثمہ تم جانتے ہو کہ میں مامون کا امین اور اس کا معتمد علیہ ہوں' میں نے کہا' ہاں جانتا ہوں' صبیح نے کہا کل شب کو مامون نے مجھے اپنے تیس غلاموں کے ساتھ جو محرم راز تھے' ایک تہائی رات گزرنے کے بعد بلایا' جب ہم لوگ داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ اس سیاہ دل نے شمعوں اور مشعلوں کی کثرت سے اپنی مجلس کو مثل روز روشن کے بنا دیا ہے' اور زہر آلود تلواریں اس کے سامنے پڑی ہیں پس ہم میں سے ہر شخص کو اپنے پاس بلایا اور عہد و پیماں لیا کہ جو کچھ میں حکم دوں اس پر عمل کرنا اور راز کو پوشیدہ رکھنا' اور ہر ایک کو ایک ایک زہر آلود تلوار دی اور کہا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے حجرہ کی طرف جاؤ اور جس حالت میں ان کو پاؤ ان کے ساتھ بات نہ کرو اور خواہ وہ بیٹھے ہوں یا کھڑے اور خواہ وہ جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں' ان تلواروں کو ان کے بدن میں اتارو اور ان کے گوشت اور چمڑے اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کرو' اور ان کے اجزاء کو باہم مخلوط کردو اور ان تلواروں کو ان کے بستر پر مل کر خون کی آلائش سے پاک کرو اور میرے پاس آؤ اگر میرے کہنے پر عمل کرو گے اور اس راز کو ظاہر نہ کرو گے تو ہر ایک کو بارہ تھیلیاں اشرفیوں کی دوں گا اور اس کے ساتھ عمدہ مال و اسباب بھی اور جب تک زندہ رہوں گا تم لوگ میرے مقرب رہو گے صبیح نے کہا کہ تلواریں ہم نے اس ملعون سے لیں اور آنحضرت کے حجرہ مقدسہ کی طرف چلے جب ہم حجرہ میں آئے تو دیکھا کہ آں جناب پہلوئے مبارک پر لیٹے ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو حرکت دے رہے تھے اور کچھ باتیں کر رہے تھے جن کو ہم نے نہیں سمجھا۔ میں تو حجرہ کے ایک طرف اپنی تلوار کی نوک کو زمین پر رکھ کر کھڑا ہو گیا اور ڈرتا ہوا ادھر ادھر دیکھنے لگا اور وہ بے حیا غلام اس امام اصفیا کی طرف دوڑے اور سب نے اپنی تلواروں کو

یکبارگی آپ کے جسم مطہر میں اتار دیا آں حضرت اس وقت ایک زرہ اور ایک کپڑا پہنے ہوئے تھے جو تلوار کے اثر کو روکے پھر اس امام غریب کو ان کے بستر میں لپیٹ دیا اور وہ غلام ہماری طرف لوٹ کر آئے۔

ف: آگے اس روایت میں یہ بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام بزور اعجاز زندہ رہے یا زندہ ہوگئے اور آپ کے جسم پر تلواروں کا زخم بھی نہ تھا' خیر یہ تو ان کا اعجاز تھا مگر شیعہ صاحبوں نے تو اپنا کام پورا کردیا۔

شیعوں کی یہ حالت تمام اماموں کے ساتھ رہی پھر قتل حسین کو ان سے کیوں مستبعد سمجھا جاتا ہے اور کیوں ان کی حمایت کی جاتی ہے۔

ناواقف شیعوں کو اس بات پر تعجب ہوسکتا ہے کہ شیعہ ہو کر اماموں کو قتل کرنا' ان کو ایذا پہنچانا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا' لہٰذا میں اس تعجب کو رفع کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جو لوگ خود کسی مذہب کو ایجاد کرتے ہیں یا اس کے ایجاد کے وقت میں موجود ہوتے ہیں وہ اس سختی کے ساتھ اس مذہب کی پابندی نہیں کرسکتے جیسے کہ زمانہ مابعد کے لوگ کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ جو پابندی مذہب آج شیعوں میں نظر آتی ہے اس کا سایہ بھی ائمہ کے زمانہ میں نہ تھا پھر خود شیعوں نے اس راز کو بھی ظاہر کردیا ہے کہ قتل اہلبیت سے تشیع میں خلل نہیں آتا۔ احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۲۰۰ میں ہے:

وروی ان المامون قال لقومہ اتدرون من علمنی التشیع فقال القوم لا واللہ ما نعلم ذالک قال علمنیہ الرشید قیل لہ وکیف ذالک والرشید یقتل اھل ھذا البیت قال کان یقتلھم علی الملک فان الملک عقیم

روایت ہے کہ مامون (رشید خلیفہ) نے ایک روز اپنے لوگوں سے کہا تم جانتے ہو کہ مجھے تشیع کر نے سکھایا' لوگوں نے کہا واللہ ہم نہیں جانتے' مامون نے کہا' رشید نے' تو کہا گیا کہ رشید کیوں کر شیعہ ہوسکتے ہیں وہ تو اہلبیت کو قتل کیا کرتے تھے' مامون نے کہا کہ وہ تو سلطنت کی وجہ سے قتل کرتے تھے کیونکہ سلطنت کسی شریک کو نہیں چاہتی۔

معلوم ہوا کہ سلطنت کے لئے اہل بیت کو قتل کردینے سے تشیع میں کچھ

خلل نہیں آتا' کتب شیعہ کو غور سے دیکھا جائے تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ تشیع کے لئے صرف قرآن سے عداوت رکھنا' ناقلان قرآن کو برا کہنا اور بارہ اشخاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل اور ہم رتبہ ماننا کافی ہے' اس سے زائد اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

کتب شیعہ میں اس بات کی تعلیم بھی ملتی ہے کہ اہلبیت میں جو لوگ شیعوں کے خودساختہ مذہب یا بالفاظ دیگر جناب ابن سبا کی تصنیف کی ہوئی ملت کی مخالفت کریں' ان سے عداوت رکھنا' ان پر تبرا بھیجنا ضروری ہے' ان کے لئے قرابت رسول کا مطلق خیال نہ کرنا چاہئے اور کسی طرح ان کی تعظیم و تکریم نہ کرنا چاہئے۔ اسی کتاب احتجاج صفحہ ۲۵۸ میں جو کتاب کا آخری صفحہ ہے رقم فرماتے ہیں:

اولا بدون ان الامامیۃ لا تلتفت الی من خالفھا من العترۃ وحادتھا فی الدیانۃ ومحجتھا فی الولایۃ ولا تسمح لہ بشئی من المدح والتعظیم لضلا عن غایتہ واقصی نہایتہ بل تبرا منہ وتعادیہ وتجریہ فی جمیع الاحکام مجری من لانسب لہ ولا حسب ولا قرابتہ ولا علقتہ

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ امامیہ اس عترت کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے جو ان کے خلاف ہو' اور مذہب میں ان کے راستہ سے ہٹ جائے اور مسئلہ امامت میں ان سے خلاف ہو ایسی عترت کے لئے وہ کسی قسم کی تعریف اور تعظیم کو جائز نہیں رکھتے' چہ جائیکہ اعلیٰ درجہ کی تعظیم بلکہ ایسی عترت سے امامیہ تبرا کرتے ہیں اور عداوت رکھتے ہیں اور اس کو تمام احکام میں مثل ان لوگوں کے قرار دیتے ہیں جن کا نہ نسب ہو نہ حسب نہ کوئی قرابت و تعلق۔

ف: پس اب مطلع بالکل صاف ہوگیا' امام حسن نے شیعوں کی مخالفت کی اور حضرت معاویہ سے صلح کرکے ان کو خلیفہ مان لیا لہٰذا شیعوں نے ان پر تبرا کیا ان کو ملامت کی ان پر خنجر چلایا ان کا خیمہ لوٹ لیا ان کی لونڈیوں کے زیور اتار کر لوٹ لئے وغیرہ وغیرہ۔ امام حسین نے تو بڑی شدید مخالفت شیعوں کی کی کہ تقیہ پر عمل نہ کیا' حالانکہ ان کے والد باوجود شیر خدا ہونے

کے اپنے زمانہ خلافت میں بھی تقیہ[1] کرتے رہے اور امام حسن بھی تقیہ پر عامل رہے اور اس مخالفت مذہبی کی وجہ سے شیعوں نے ان کے ساتھ بھی وہ برتاؤ کیا جو میدان کربلا میں پیش آیا۔

شیعوں کے ان تمام کارناموں پر غور کرنے کے بعد اب وقت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات پر نظر ڈالی جائے۔

باب دوم

اس باب میں خاص امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیعوں کے سلوک کا بیان ہے اور اس بیان کو بہ نیت اختصار صرف آٹھ نمبروں پر ختم کیا جاتا ہے۔

(۱)

قاتلان حسین کے شیعہ ہونے کے لئے صرف یہ بات بھی کافی ہے کہ وہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور کوفی ہونا خود دلیل تشیع ہے کسی کوفی کی نسبت اگر کسی خارجی دلیل سے اس کا سنی ہونا ثابت نہ ہو قطعاً "شیعہ ہونے کا حکم لگانا چاہئے علامہ قاضی نوراللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتے ہیں۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد

اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں ہے اور سنی ہونا کوفی الاصل کا

---

[1] شیعوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اگر متعہ حلال تھا اور حضرت عمر نے اپنی رائے سے اس کو حرام کردیا تھا تو حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کی حلت کا اعلان کیوں نہ کیا تو شیعہ اس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ حضرت علی اپنے زمانہ خلافت میں بھی تقیہ کرتے تھے اور اپنا اصلی مذہب ظاہر نہ کرسکتے تھے قاضی نوراللہ شوستری نے "احقاق الحق" میں یہی جواب دیا ہے نیز روضہ کافی صفحہ ۲۹ اور احتجاج طبری صفحہ ۱۳۴ میں خود حضرت علی کی زبان مبارک سے منقول ہے کہ میں اگر اپنا اصلی مذہب ظاہر کردوں تو میرا لشکر مجھ سے جدا ہوجائے یعنی میری خلافت جاتی رہے اس لئے جو احکام ظلم اگلے خلفا جاری کرگئے ہیں' میں ان کے خلاف لب کشائی نہیں کرسکا' ایک تقیہ کی حالت میں آپ کا

خلاف اصل ہے اور دلیل کا محتاج ہے اگرچہ ابو حنیفہ کوئی ہے۔

بیشک جتنی باتیں تشیع کے لئے ضروری ہیں سب ان کوفیوں میں موجود تھیں امام کی شہادت کا غم کرنا، اس پر رونا، عورتوں کا گریبان چاک کرنا امام کی محبت کی قسم کھانا ان سے بیعت کرنا یہ سب اوصاف ان میں تھے، رہا امام حسین کا قتل وہ انہوں نے بہ مجبوری حالت تقیہ میں کیا تھا پھر بعد میں انہوں نے توبہ بھی کرلی۔

نیز علامہ باقر مجلسی تحفۃ الزائرین میں فرماتے ہیں:

وحدیث دگراز حضرت امام صادق منقول ست کہ حق تعالی عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر پس قبول نہ کردند آن را مگر اہل کوفہ۔

اور ایک حدیث امام صادق سے منقول ہے کہ حق تعالی نے ہماری ولایت ہر شہر پر پیش کی مگر قبول نہ کیا اس کو سوا اہل کوفہ کے کسی نے۔

(۲)

قاتلانہ حسین نے جو خطوط امام حسین کے نام بھیجے اور ان کو بلایا اور امام ممدوح انہیں خطوط کی وجہ سے کربلا میں آئے ان خطوط میں خود انہوں نے اپنے کو شیعہ لکھا اور ان کا لکھنا از راہ فریب نہیں ہوسکتا علامہ مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں:

چوں ایں اخبار باہل کوفہ رسید شیعیان کوفہ درخانہ سلیمان بن صرد خزاعی جمع شدند و حمد و ثنائے حق تعالی ادا کردند و درباب فوت معاویہ و بیعت یزید سخن گفتند سلیمان گفت کہ چوں معاویہ .... واصل شد و حضرت امام حسین علیہ السلام از بیعت یزید امتناع نمودہ بجانب مکہ معظمہ رفتہ ست و شما شیعیان او، و پدر بزرگوار اوئید اگر می دانید کہ او را یارے خواہید کرد و با دشمنان او جہاد خواہید کرد و بجان و مال در نصرت او کوشش خواہید نمود نامہ باو بنویسد و او را طلب نمائید و اگر در یاری او سستی خواہید ورزید آنچہ شرط نیک خواہی و متابعت ست بہ عمل نخواہید آورد او را فریب مدہید و در مہلکہ می فگنید ایشاں گفتند کہ چوں ایں دیار را بنور قدوم خود منور گرداند ہمگیں بہ قدم اخلاص بسوئے او بشتابیم و بدست ارادت باو بیعت می نمائیم و در یاری او و دفع شر اعادی از جان فشانیہا کنیم پس عریضہ بایں مضمون بخدمت آنحضرت

قلمی نمودند۔

جب یہ خبر اہل کوفہ کو پہنچی تو کوفہ کے شیعہ سلیمان ابن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور سب نے حق تعالی کی حمد وثنا کی اور معاویہ کی وفات اور یزید کی بیعت کے بارے میں گفتگو کی سلیمان نے کہا کہ جب معاویہ ....واصل ہوگئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور بجانب مکہ معظمہ چلے گئے ہیں اور تم لوگ ان کے اور ان کے والد بزرگوار کے شیعہ ہو اگر تم سمجھو کہ ان کی مدد کرو گے اور ان کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرو گے اور جان و مال سے ان کی مدد میں کوشش کرو گے تو ان کو خط لکھو اور ان کو بلاؤ اور اگر تم ان کی مدد میں سستی کرو گے اور جیسی کہ شرط نیک خواہی اور فرماں برداری کی ہے، اس کو عمل میں نہ لاؤ گے تو ان کو فریب مت دو اور ہلاکت میں نہ ڈالو، ان سب نے کہا کہ اگر وہ اس شہر کو اپنے قدموں کے نور سے منور کریں تو ہم سب اخلاص کے قدموں سے ان کی طرف دوڑیں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور ان کے مدد کرنے میں اور ان کے دشمنوں کے شر کے دفاع کرنے میں جان فشانیاں کریں گے، پھر اس مضمون کا خط آں حضرت کی خدمت میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایں نامہ ایست بسوئے حسین بن علی صلوات اللہ علیہ از جانب سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ و رفاعہ ابن شداد بجلی و حبیب ابن مظاہر و سائر شیعیان و از مومناں و مسلمانان اہل کوفہ سلام خدا بر تو باد حمد می کنم خدا را بر نعمت ہائے کاملہ او بر ما و شکری کنم او را کہ ہلاک کرد دشمن جبار معاند ترا کہ بے رضائے امت بر ایشاں والی شدہ بجور و عدوان بر ایشاں حاکم گردید و اموال ایشاں را بنا حق تصرف نمود و نیکاں ایشاں را بقتل رسانید و بداں ایشاں را بر نیکاں مسلط گردانید و اموال خدا را بر مالداراں و جباراں قسمت نمود پس خدا او را ..... کند چنانچہ قوم ثمود را لعنت کرد، بدانکہ ما دریں وقت امامی و پیشوائے نداریم بسوئے ما توجہ نما بہ شہر ما قدم رنجہ فرما کہ ما ہمگی مطیع تو ایم شاید حق تعالی حق را بہ برکت تو بر دست ما ظاہر گرداند و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ در قصر امارت نشستہ است در نہایت ذلت و جمعہ او حاضر نمی شویم

و در عید با او بیروں نمی رویم و چوں خبر رسد کہ شما متوجہ ایں صوب گردیدہ ایداورا از کوفہ بیروں می کنیم تا باہل شام ملحق گردد۔

پس ایں نامہ را با عبداللہ بن مسمع ہمدانی و با عبداللہ بن دال بخدمت آں زبدہ اہل عصمت و اجلال فرستادند و مبالغہ کردند کہ ایشاں نامہ را بہ نہایت سرعت بخدمت آنحضرت رسانند' پس ایشاں در دہم ماہ رمضان داخل مکہ شدند و نامہ اہل کوفہ را بآنحضرت رسانیدند و باز اہل کوفہ بعد از دو روز از فرستادن آں قاصدان قیس بن مطہر و عبداللہ بن شداد و عمار بن عبداللہ را فرستادند با صد و پنجاہ نامہ کہ اہل کوفہ و عظمائے کوفہ نوشتہ بودند یک کس و دو کس و چہار کس و زیادہ یک نامہ نوشتہ بودند و بعد از دو روز ہانی بن ہانی سبعی و سعید بن عبداللہ را بخدمت آں حضرت دراں کردند و نوشتند۔

ایں عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی از شیعیاں و فدویاں و مخلصان آنحضرت اما بعد بہ زودی خود را بدوستان و ہواخواہان خود برساں کہ ہمہ مردم ایں ولایت منتظر قدوم مسرت لزوم تواند و بسوئے غیر تو رغبت نمی نمایند البتہ البتہ خود را بہ تعجیل تمام بایں مشتاقان مستہام برساں والسلام۔

پس شبث بن ربعی و حجاز بن الجبر و یزید بن حارث و عروہ بن قیس و عمرو بن حجاج و محمد بن عمیر عریضہ دیگر نوشتند بایں مضمون اما بعد صحراہا سبز شدہ و میوہ ہا رسیدہ اگر بایں صوب تشریف آری لشکرہائے تو مہیا و حاضر اند و شب و روز انتظار تشریف تو می برند۔

یہ خط ہے طرف حسین بن علی صلوات اللہ علیہ کے سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد بجلی اور حبیب بن مظاہر اور باقی شیعوں اور مومنوں اور کوفہ کے مسلمانوں کی طرف سے خدا کا سلام آپ پر ہو' ہم خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس بات پر شکر کرتے ہیں کہ آپ نے دشمن جبار معاند کو جو بغیر رضا مندی امت کے ان پر حاکم ہوگیا تھا اور ظلم و جور کے ساتھ ان پر حکومت کرتا تھا اور ان کے مال میں ناحق تصرف کرتا تھا اور خدا کے مال مالداروں اور جباروں کو تقسیم کرتا تھا پس خدا اس کو .... جیسا کہ قوم ثمود پر لعنت کی اور واضح ہو کہ ہم اس وقت کوئی امام اور پیشوا نہیں رکھتے ہیں' ہماری طرف توجہ کیجئے اور ہمارے شہر میں

قدم رنجہ فرمایئے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں شاید خدا آپ کی برکت سے حق کو ہمارے ہاتھوں سے ظاہر فرمائے اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ قصر امارت میں نہایت ذلت کی حالت میں بیٹھا ہوا ہے ہم لوگ اس کے جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے نہ عید میں اس کے ساتھ باہر جاتے ہیں جب یہ خبر مل جائے گی کہ آپ اس طرف روانہ ہوگئے تو ہم اس کو کوفہ سے باہر کردیں گے تاکہ اہل شام سے جا کر مل جائے۔

پھر اس خط کو عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن دال کے ہاتھ اس زبدہ اہل عصمت و اجلال کی خدمت میں بھیجا اور تاکید کی کہ یہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ یہ خط آں حضرت کی خدمت میں پہنچا دیں چنانچہ یہ لوگ دسویں رمضان کو مکہ میں داخل ہوگئے اور اہل کوفہ کا خط آنحضرت کو پہنچا دیا پھر اہل کوفہ نے ان قاصدوں کے بھیجنے کے دو روز بعد قیس بن مطہر اور عبداللہ بن شداد اور عمار بن عبداللہ کو بھیجا ڈیڑھ سو خطوں کے ساتھ جو کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں نے لکھے تھے ایک ایک دو دو اور چار چار اور زیادہ آدمیوں نے ایک ایک خط لکھا تھا اور دو روز کے بعد ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا اور لکھا کہ:

یہ عریضہ ہے کہ حسین بن علی کی خدمت میں ان کے شیعوں اور فدویوں اور مخلصوں کی طرف سے اما بعد جلدی اپنے کو اپنے دوستوں اور ہواخواہوں تک پہنچایئے کہ اس ملک کے تمام لوگ آپ کے قدوم مسرت لزوم کے منتظر ہیں اور آپ کے سوا کسی کی طرف رغبت نہیں کرتے ہیں' ضرور ضرور نہایت جلد اپنے کو ان مشتاقان مستہام تک پہنچایئے۔

پھر شبث بن ربعی اور اور حجاز بن الجبر اور یزید بن حارث اور عروہ بن قیس اور عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر نے ایک اور خط اس مضمون کا لکھا' اما بعد جنگل سبز ہو رہے ہیں اور میوے تیار ہیں اگر اس طرف آپ تشریف لائیں تو آپ کے لشکر سب آمادہ اور حاضر ہیں اور رات دن آپ کے تشریف لانے کا انتظار کر رہے ہیں۔

ف: اگر یہاں یہ شبہ کیا جائے کہ یہ کیسے یقین ہو کہ ان لوگوں نے جو اپنے کو شیعہ لکھا یہ واقعی شیعہ تھے' ممکن ہے کہ فریب دینے کے لئے انہوں نے اپنے کو شیعہ ظاہر کیا ہو' تو جواب یہ ہے کہ آگے کے نمبروں سے یہ شبہ دور

ہو جاتا ہے اور قطع نظر اس سے کہ امام کو اس بارے میں کوئی دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ ہر امام کو خدا کی طرف سے ایک رجسٹر ملتا ہے جس میں ان کے شیعوں کے نام بقید ولدیت لکھے ہوتے ہیں اس رجسٹر میں ضرور ان خط لکھنے والوں کے نام ہوں گے ورنہ امام حسین کبھی ان کے خطوں پر اعتبار نہ کرتے، اصول کافی مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ ۱۳۶ میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے:

وانا لنعرف الرجل اذا رأيناه بحقيقة الايمان و حقيقة النفاق وان شيعتنا لمكتوبون باسماءهم واسماء ابائهم

بہ تحقیق ہم لوگ آدمی کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ یہ حقیقت میں مومن ہے یا منافق اور بہ تحقیق ہمارے شیعہ ہمارے پاس نام بنام بقید ولدیت لکھے ہوئے ہیں۔

صافی شرح کافی کتاب الحجۃ جزو سوم صفحہ ۱۳۶ میں اس حدیث کا ترجمہ بایں الفاظ ہے۔

"وبدرستیکہ شیعہ ما نوشتہ شدہ اند نزد ما باعتبار نام و نشان ہائے ایشاں و نام نشان ہائے پدران ایشاں۔"

نیز کتاب احتجاج طبری صفحہ ۲۲۳ میں انہیں امام رضا علیہ السلام سے امام کے اوصاف منقول ہیں اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وتكون عنده صحيفة فيها اسماء شيعته الى يوم القيامة وصحيفة فيها اسماء اعدائه الى يوم القيامة۔

یعنی ہر امام کے پاس ایک کتاب ہوتی ہے جس میں اس کے شیعوں کے تا قیام قیامت نام لکھے ہوتے ہیں اور ایک کتاب ہوتی ہے جس میں اس کے دشمنوں کے نام تا قیام قیامت لکھے ہوتے ہیں۔

امام حسین کو ان خطوط پر اس قدر اعتبار اور لکھنے والوں کے شیعہ ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ جب حضرت مسلم کو روانہ کیا اور اثنائے راہ سے انہوں نے لکھ کر بھیجا کہ مجھے اس سفر سے معاف کیجئے اور میرے بجائے کسی اور کو روانہ کیجئے تو جلاء العیون میں ہے کہ امام حسین نے جواب لکھا:

"دگمان من آنست کہ جبن و ترس باعث شدہ ست کہ از من استعفا می نمائی از رفتن ایں سفر چوں نامہ رسد روانہ شود۔"

ف: مجتہد صاحب نے ان خطوط پر جو اوپر منقول ہوئے دو جرحیں وارد کی ہیں غالباً "ان جرحوں سے مقصود یہ ہے کہ ان خطوط کے لکھنے والوں کا شیعہ ہونا مشکوک ہو جائے چنانچہ اپنے اس نو تصنیف رسالہ کے صفحہ ۶۲ میں فرماتے ہیں:

"مجھ کو اس کے اندر استہزا و تمسخر کا جوہر کارفرما نظر آرہا ہے، آخر حسین کو لہلہاتے کھیتوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض، اور لبریز تالابوں سے کیا مطلب۔"

لیکن امام حسین کو تمسخر و استہزا کا احساس نہ ہوا اور انہوں نے ان خطوط پر اعتبار کیا اور آخر اس میں تمسخر کیا ہے یہ تو محبت کی ایک بات ہے امام حسین کیا کھاتے پیتے نہ تھے اور کیا میوے اور لذیذ اشیاء ان کو مرغوب نہ تھیں اگر تھیں تو پھر تمسخر چہ معنی۔

دوسری جرح ان خطوط کے اس لفظ پر ہے کہ "اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں ہے۔ اپنے اس نو تصنیف رسالہ کے صفحہ ۶۷ پر فرماتے ہیں:

"ان کے خطوط کے اندر یہ جملہ پیش پیش نظر آتا ہے کہ لیس علینا امام۔ ہمارے سروں پر کوئی امام موجود نہیں۔ حالانکہ اگر صحیح معرفت امام کی، ان کے دلوں میں موجود ہوتی تو وہ سمجھتے کہ امام کی امامت کسی فوج و لشکر اور تاج و تخت کی محتاج نہیں ہے۔"

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ جملہ کسی معمولی شخص کے خط میں نہیں ہے بلکہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ کے خط میں ہے جن کا خاص الخاص شیعہ ہونا مجتہد صاحب نے بھی اپنے اس رسالہ میں کیا ہے اور تمام کتابیں شہادت دے رہی ہیں کہ یہ لوگ حضرت علی کے معارف اصحاب میں تھے، باقی رہا یہ کہ مسئلہ امامت کی صحیح معرفت ان کو نہ تھی، اس کے متعلق گزارش ہے کہ جناب مجتہد صاحب کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ امامت کا جو مفہوم آج مذہب شیعہ میں ہے یہ اس وقت بھی تھا۔ یقیناً "اس زمانہ میں امام مثل رسول کے نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ معنی امامت کے تو بہت بعد میں تصنیف ہوئے ہیں، خود شیعوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ائمہ میں ائمہ

کے بعض اصحاب ایسے تھے جو ائمہ کو معصوم نہ جانتے تھے بلکہ ان کو عالم نیکوکار سمجھتے تھے اور باوجود اس کے ائمہ ان کو مومن کامل الایمان فرماتے تھے علامہ مجلسی حق الیقین صفحہ ۶۹۶ میں لکھتے ہیں۔

از احادیث ظاہری شود کہ جمعے از راویاں کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بہ عصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشاں را علمائے نیکوکاری دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہری شود و معہذا ائمہ علیہم السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشامی کردہ اند۔

احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کی ایک جماعت جو ائمہ علیہم السلام کے زمانہ میں تھی ائمہ کے معصوم ہونے کا اعتقاد نہ رکھتی تھی بلکہ ان کو عالم نیکوکار جانتی تھی جیسا کہ رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے باوجود اس کے ائمہ ان کے مومن بلکہ عادل ہونے کا حکم کرتے تھے۔

(حق الیقین صفحہ ۶۹۶)

لیجئے اصحاب ائمہ ائمہ کو معصوم نہ جانتے تھے اور پھر بھی وہ شیعہ تھے اور ائمہ ان کو مومن بلکہ عادل کہتے تھے' پس امام حسینؓ کے شیعہ بھی اسی اعتقاد کے ہوں گے۔

مذہب شیعہ کی یہ تعلیمات جو آج آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب تیسری صدی کے آخر میں تصنیف کی گئی ہیں۔

تیسری صدی تک شیعوں کا مسئلہ امامت کی معرفت سے بے خبر رہنا جائے تعجب نہیں بلکہ مسئلہ امامت تو ایک راز مخفی تھا جس کی خبر فرشتوں میں سوا حضرت جبرئیل کے کسی کو نہ تھی اور جبرئیل نے بھی سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو اس کی خبر نہیں دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سوا حضرت علی کے اس کو کسی سے نہیں بیان کیا' حضرت علی نے بھی اس کو راز ہی رکھا۔ اصول کافی صفحہ ۴۸۷ میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔

ولایۃ اللہ اسرھا الی جبرئیل واسرھا جبرئیل الی محمد صلی اللہ علیہ والہ واسرھا محمد الی علی علیہ السلام واسرھا علی الی من شاء ثم انتم تذیعون

ذالک

اللہ کی ولایت (یعنی مسئلہ امامت) اللہ نے بہ طور راز کے جبرئیل سے بیان کیا اور جبرئیل نے اس کو بطور راز کے محمد صلی اللہ علیہ والہ سے بیان کیا۔ محمدؐ نے علی علیہ السلام سے بطور راز کے بیان کیا اور علی نے بطور راز کے جس سے چاہا بیان کیا اب تم اس کو ظاہر کرتے ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ تک مسئلہ امامت اسی طرح راز مخفی رہا اصول کافی کے اسی صفحہ میں ہے:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لازال سرنا مکتوما حتی صار فی یدی ولد کیسان فتحدثوا بہ فی الطریق وقری السواد

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہمارا راز برابر پوشیدہ رہا یہاں تک کہ مکاروں کے ہاتھ میں پہنچا انہوں نے راستوں میں اور دیہات میں اس کا چرچا کردیا۔

پس جو مسئلہ اس طرح راز مخفی تھا' شیعان علی یا شیعان حسین کا اس سے بے خبر رہنا مجتہد صاحب کے نزدیک جائے تعجب کیوں ہے۔

(۳)

امام حسینؓ نے خود بھی ان خط لکھنے والوں کو شیعہ فرمایا' علامہ مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں:

پس حضرت اصحاب خود را جمع نمود و فرمود کہ بما خبر رسید کہ مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ و عبد اللہ بن یقطر را شہید کردند' و شیعیان ما دست از یاری ما برداشتند ہر کہ خواہد از ما جدا شود بر او حرجے نیست'

پس امام حسینؓ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن یقطر کو شہید کردیا اور ہمارے شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھالیا لہذا جو شخص چاہے ہم سے علیحدہ ہوجائے اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس مضمون کی عبارتیں کتب شیعہ میں بہت ہیں مگر ہم کو اس وقت اختصار مد نظر ہے۔

(۴)

امام حسینؓ کو خطوط بھیج کر بلانے والے شیعہ لشکر مخالف کے ساتھ تھے بلکہ اس لشکر کے سردار اکثر یہی لوگ تھے علامہ مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں:

چوں روز دیگر شد عمر بن سعد علیہ اللعنۃ با چہار ہزار منافق عنید بکربلا رسید دور برابر لشکر امام سعید فرود آمدند پس عروہ بن قیس احمسی را طلبید و خواست کہ بہ رسالت بخدمت حضرت بفرستد چوں آں نامرادزاں ہا بود کہ نامہ بحضرت نوشتہ بودند قبول رسالت نکرد و بہ ہریک از روسائے لشکر کہ ی گفت بایں علت ابای کردند زیراکہ اکثر ازاں ہا بودند کہ نامہ بحضرت نوشتہ حضرت را بعراق طلبیدہ بودند۔ (جلاء العیون)

جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد علیہ اللعنۃ چار ہزار منافق عنید کے ساتھ کربلا میں پہنچا اور امام سعید کے لشکر کے مقابل میں فروکش ہوا' پھر اس نے عروہ بن قیس احمسی کو طلب کیا تاکہ قاصد بنا کر حضرت امام کی خدمت میں بھیجے چونکہ وہ نامراد ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے حضرت کو خط لکھے تھے اس لئے اس نے قاصد بننا قبول نہ کیا اور سرداران لشکر میں جس سے بھی عمر سعد کہتا تھا وہ اسی وجہ سے انکار کرتا تھا کیونکہ اکثر وہی لوگ تھے جنھوں نے حضرت امام کو خط لکھ کر عراق میں بلایا تھا۔

احتجاج طبرسی صفحہ ۱۴۵ میں ہے کہ جب امام حسین کو کربلا میں دشمنوں نے گھیر لیا تو آپ نے فرمایا:

تبالکم ایتھا الجماعۃ و ترحا و بوسالکم و تعساحین استصرختمونا ولھین فاصرخناکم موجفین فشحذتم علینا سیفا کان فی ایدینا وحششتم علینا نارا اضرمنا علی عدوکم وعدونا (الی ان قال) ولکنکم استسرعتم الی بیعتنا کطیرۃ الدبا وتھافتم الیھا کتھافت الفراش ثم نقضتموھا۔

اے لوگو تمہیں ہلاکت اور بربادی اور برائی نصیب ہو تم نے ہم کو بیقرار ہو کر پکارا اور ہم تمہاری پکار پر تیزی کے ساتھ آئے تو تم نے ہم پر وہ تلوار نکالی جو ہمارے ہاتھ میں تھی اور وہ آگ ہم پر بھڑکائی جو ہم نے اپنے

اور تمہارے دشمن پر بھڑکائی تھی ولیکن تم ہماری بیعت کی طرف دوڑے جس طرح کدو کے کیڑے دوڑتے ہیں اور تم اس پر اس طرح گرے جس طرح پروانے گرتے ہیں' پھر تم نے اس بیعت کو توڑ دیا۔

(۵)

یہی خط لکھ کر بلانے والے شیعہ لشکر مخالف کی طرف سے میدان جنگ میں کام کر رہے تھے اور حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر تلوار چلا رہے تھے۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۶ میں ہے:

لما اتی علی بن الحسین زین العابدین بالنسوۃ من کربلا وکان مریضا واذا نساء اھل الکوفۃ ینتدبن مشققات الجیوب والرجال معھن یبکون فقال زین العابدین علیہ السلام بصوت ضئیل وقد نھکتہ العلۃ ان ھولاء یبکون فمن قتلنا غیرھم۔

جب امام زین العابدین عورتوں کے ساتھ کربلا سے چلے تو وہ بیمار تھے دیکھا کہ اہل کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کئے ہوئے ماتم کر رہی ہیں اور مرد بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں' تو امام زین العابدین علیہ السلام نے بہت کمزور آواز سے "بیماری نے ان کو کمزور کر دیا تھا" فرمایا کہ یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں مگر ان کے سوا ہم کو قتل کس نے کیا۔

نیز احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷ میں ہے کہ امام زین العابدین نے اہل کوفہ سے فرمایا۔

ایھا الناس ناشدتکم باللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموہ واعطیتموہ من انفسکم العھد والمیثاق والبیعۃ فاتلتموہ وخذلتموہ فتبالکم ما قدمتم لانفسکم

اے لوگوں! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں' بتاؤ تم جانتے ہو کہ تم لوگوں نے میرے والد کو خط لکھے اور ان کو فریب دیا اور ان کو عہد و پیماں دیے اور بیعت کی اور ان سے قتال کیا اور ان کا ساتھ نہ دیا' پس تمہارے لئے ہلاکت ہو کیا برا سامان تم نے اپنے لئے جمع کیا ہے۔

(۶)

شیعان کوفہ نے خود اقرار کیا کہ ہم نے امام حسین کو بلایا، پھر ہم نے ان پر تلوار چلائی اور جو مصائب ان پر آئے وہ ہمارے ہی سبب سے آئے اب ہم کو توبہ کرنی چاہیے، قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتے ہیں:

سلیمان بن صرد خزاعی ساکن کوفہ ست و سبب خروج او بنی امیہ آں بود کہ چوں طائفہ کوفیاں با مسلم بیعت کردہ نقض عہد کردند و نوبت بہ شہادت امام حسین رسانیدند۔ سلیمان بعد از چند ماہ متنبہ شدہ انگشت حسرت بدنداں گرفتہ برخود نفریں می کرد کہ خسران دنیا و آخرت نصیب باشد کہ بعد ازانکہ امام حسین را طلب داشتیم تیغ برروئے او کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید باوانچہ رسید و روسائے ایں جماعۃ پنج نفر بودند سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب ابن نخبہ و عبداللہ بن سعد عبداللہ بن وال و رفاعہ ابن شداد وایں پنج کس از معارف اصحاب امیرالمومنین بودند و چوں عزیمت ایشاں بہ طلب خون امام حسین تصمیم یافت جمع کثیر در سرائے سلیمان بن صرد خزاعی جمع آمدند و مسیب ابن نخبہ کہ مصحوب عمر سعد بہ کربلا رفتہ بود آغاز سخن کردہ گفتند خدائے تعالیٰ ما را بہ طول عمر مبتلا گردانید تا در انواع فتنہ ہا افتادیم و با امور ناشائستہ متہم گشتیم اکنوں از اعمال سیئہ خویش نادم گشتہ می خواہیم کہ دست در دامن توبہ و انابت زنیم شاید کہ خداوند عزوعلا توبہ ما را قبول کردہ برما رحمت کند و ہر کس ازاں جماعۃ کہ بکربلا رفتہ بودند عذرے می گفتند سلیمان ابن صرد گفت ہیچ چارہ نمی دانیم جز آنکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم چنانچہ بسیارے بنی اسرائیل تیغ در یک دیگر نہادند، قال اللہ تعالیٰ انکم ظلمتم انفسکم الایہ و مجموع شیعہ بزانوی استغفار در آمدہ گفتند مصلحت آنست کہ شمشیرہا را از نیام بیروں کنیم و سنا نہا راست کنیم و جہاں را از لوث دشمنان آل محمد پاک گردانیم۔

سلیمان بن صرد خزاعی کوفہ کے رہنے والے ہیں، بنی امیہ سے ان کی بغاوت کا سبب یہ ہوا کہ جب کوفیوں کے ایک گروہ نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرکے نقض عہد کیا اور امام حسین کی شہادت کی نوبت پہنچائی تو سلیمان چند

ماہ کے بعد متنبہ ہوئے اور انگشت حسرت دانتوں میں دبا کر اپنے اوپر نفریں کرتے تھے کہ دنیا و آخرت کا خسارہ ہم کو حاصل ہوا کہ بعد اس کے کہ ہم نے امام حسین کو بلایا، تلوار ان پر کھینچی اور ہماری بے وفائی سے یہ سب مصیبت ان کو پہنچی، اس جماعت کے سردار پانچ شخص تھے، سلیمان بن صرد خزاعی اور مسیب بن نخبہ اور عبداللہ بن سعد اور عبداللہ بن وال اور رفاعہ بن شداد اور یہ پانچوں شخص امیرالمومنین کے مشہور اصحاب میں سے تھے اور جب ان کا ارادہ امام حسینؓ کے خون کے طلب کرنے میں مضبوط ہوگیا تو ایک بڑی جماعت سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئی اور مسیب بن نخبہ سے جو عمر بن سعد کے ہمراہ کربلا گیا تھا۔ آغاز کلام کیا اور سب لوگوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے ہم کو درازی عمر میں مبتلا کردیا کہ ہم طرح طرح کے فتنوں میں پڑے اور ناشائستہ کاموں کے ساتھ متہم ہوئے اب ہم اپنے برے کاموں پر نادم ہوکر چاہتے ہیں کہ توبہ و انابت کے دامن کو ہاتھ میں لیں شاید کہ خداوند عز و علا ہماری توبہ کو قبول کرکے ہم پر مہربانی کرے، اسی طرح اس جماعت میں جو جو لوگ کربلا گئے تھے وہ اپنا عذر بیان کرتے تھے سلیمان بن صرد نے کہا کہ اب کوئی علاج ہم نہیں جانتے سوا اس کے کہ اپنے کو تلواروں کے میدان میں لائیں جس طرح بہت سے بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو تلوار سے کاٹ ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا انکم ظلمتم الخ یہ کہہ کر سب شیعہ استغفار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ مصلحت یہی ہے کہ تلواروں کو میان سے باہر کریں اور نیزے سیدھے کریں اور دنیا کو آل محمد کے دشمنوں سے پاک کریں۔

(۷)

علمائے شیعہ نے بھی اقرار کیا ہے کہ خط لکھ کر بلانے والے پھر نقض عہد کرکے قتال کرنے والے شیعہ تھے چنانچہ علامہ مجلسی اور قاضی نور اللہ شوستری کی عبارات جو اوپر نقل ہوچکیں ان میں یہ اقرار موجود ہے، مزید یہ کہ علامہ مجلسی جلاء العیون میں حضرت مسلم کے کوفہ پہنچنے کے حالات میں لکھتے ہیں:

چوں تردد شیعیان بخدمت مسلم زیادہ شد (الی قولہ) عبداللہ بن مسلم بہ یزید نامہ نوشت و درنامہ درج نمود کہ مسلم بن عقیل بکوفہ آمدہ و شیعیان برائے حسین بن علی بیعت می نماید الی قولہ و شیعیان پنہانی بخدمت اوی رفتند دبا او بیعت می کردند واز ہرکہ بیعت می گرفت آنہارا سوگندمی داد کہ افشائے راز نمایند وبیعت از مخالفان پنہاں دارند۔

جب شیعوں کی آمدورفت مسلم کے پاس زیادہ ہوئی تو عبداللہ بن مسلم نے یزید کو خط لکھا اور خط میں لکھا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہیں اور شیعہ حسین بن علی کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اور شیعہ چھپ کر مسلم کے پاس جاتے تھے اور ان سے بیعت کرتے تھے اور جس سے وہ بیعت لیتے تھے اس کو قسم دلاتے تھے کہ افشاء راز نہ کرنا اور بیعت کو مخالفوں سے پوشیدہ رکھنا۔

(۸)

ائمہ معصومین کی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قتل حسینؓ کا آغاز و انجام سب شیعوں ہی کے ہاتھ سے ہوا اور اس خون ناحق کا وبال بھی ان پر ایسا پڑا کہ آج تک اس وبال میں مبتلا ہیں' اصول کافی صفحہ ۲۳۲ میں ہے،

عن ابی حمزة الثمالی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالی قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائة فحدثنا کم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع السر ولم یجعل اللہ بعد ذالک وقتا عندنا قال ابو حمزة فحدثت بذلک ابا عبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذالک۔

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام باقر علی السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہ تحقیق اللہ تبارک وتعالی نے یہ کام (یعنی ظہور مہدی) سنہ ۷۰ھ میں مقرر کیا تھا مگر جب حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوگئے تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر سخت ہوگیا اور اس نے سنہ ۱۴۰ تک اس کو ہٹا دیا پھر

ہم نے تم سے بیان کیا تم نے بات مشہور کردی اور راز کو فاش کردیا اب اللہ نے اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا پھر میں نے یہ مضمون امام جعفر صادق سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ قاتلان حسین شیعہ تھے ورنہ قتل حسین کی وجہ سے امام مہدی کا ظہور جو سنہ ۷۰ھ میں اللہ نے مقرر کیا تھا نہ ٹالا جاتا' امام مہدی کا ظہور شیعوں کے لئے نعمت و رحمت تھا امام مہدی آجاتے تو تمام دنیا میں شیعوں کی حکومت و سلطنت قائم ہوجاتی اگر قاتلان حسین شیعہ نہ ہوتے تو شیعہ اس نعمت سے ہرگز محروم نہ کئے جاتے اللہ کی عدالت کے خلاف ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔

ہاں ایک بات کہی جاسکتی ہے کہ قتل حسین کی وجہ سے اللہ کو غصہ آگیا اور شدت غضب میں دوست دشمن کا امتیاز باقی نہ رہا اور اس غصہ میں جو چیز دوستوں کے لئے مفید اور دشمنوں کے لئے مضر تھی اس کو اللہ نے ٹال دیا۔

ان دونوں بابوں کو بہ نظر انصاف مطالعہ کرنے کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے کہ قاتلان حسین شیعہ نہ تھے یقینا" وہ شیعہ تھے اور ان کا تشیع اللہ کی طرف سے مستند تھا امام حسین کو جو رجسٹر اللہ کی طرف سے ملا تھا اس میں ان کا نام نامی درج تھا۔

اب کسی کے انکار کرنے سے کچھ نتیجہ نہیں ہوسکتا نہ اس انکار سے کوئی فائدہ ان کو پہنچ سکتا ہے۔

قریب ہے اب تو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
اگر نہ بولی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

خاتمہ

مجتہد صاحب کے اس نو تصنیف رسالے کی کارروائیوں میں سے صرف چار باتیں بہ طور نمونہ کے اس وقت بیان کی جاتی ہیں اگرچہ نمونہ کے لئے صرف ایک ہی بات کافی تھی **فان الغرفتہ تنبئی عن الغدیر**

رسالے کے شروع میں بے وجہ اور بے سبب حضرت معاویہؓ اور ان کے والد ابو سفیان کا ذکر کیا ہے اور حسب عادت ان کے جھوٹے مطاعن ذکر کرکے اپنے لئے ذخیرہ آخرت جمع کیا ہے۔

قتل حسین کے سلسلہ میں حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے ہوئے مجتہد صاحب نے ذرا تاریخ طبری کو دیکھ لیا ہوتا جس کے مصنف کو مجتہد صاحب نے اسلام کا مشہور و معروف و مسلم الثبوت مورخ اور امام فن لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے امام حسین کے متعلق کیا وصیت یزید کو کی تھی' تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۱۸۰ میں ہے:

واما الحسین بن علی فان اهل العراق لن یدعوه حتی یخرجوه فان خرج علیک فظفرت به فاصفح عنه فان له رحما ماسة وحقا عظیما

لیکن حسین بن علی پس اہل عراق ان کو ہرگز نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ ان کو میدان میں لائیں گے اگر ایسا ہو اور تو ان پر قابو پائے تو ان سے درگزر کرنا کیونکہ قرابت قریبہ ہے اور ان کا بڑا حق ہے۔

اور دوسری روایت میں اس قدر الفاظ اور ہیں:

وقرابته من محمد صلی اللہ علیه سلم ولا اظن اهل العراق تارکیه حتی یخرجوه فان قدرت علیه فاصفح عنه فانی لوانی صاحبه عفوت عنه

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو قرابت ہے اور میں نہیں گمان کرتا کہ اہل عراق ان کو میدان میں لائے بغیر چھوڑدیں اگر تم ان پر قابو پانا تو ان سے درگزر کرنا میرے ہاتھ پر معاملہ آتا تو میں ان سے درگزر کرتا۔

اور ذرا اپنے علامہ باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون کو دیکھ لیتے وہ بھی

حضرت معاویہؓ کی اس وصیت کو نقل کرتے ہیں' عبارت ان کی یہ ہے:

واما امام حسین پس میدانی قرابت او را بہ حضرت رسالت واو پارہ تن آنحضرت واز گوشت و خون آنحضرت پروردہ است و من می دانم کہ البتہ اہل عراق اورا بسوئے خود خواہند و بردویاری او نخواہند کرد و اورا تنہا خواہند گزاشت اگر بر و ظفر یابی حق و حرمت اورا بہ شناس و منزلت و قربت او را بحضرت رسالت یاد آور و اورا بکردہائے او مواخذہ مکن و روابطے کہ من باو دریں مدت محکم کردہ ام قطع مکن و زنہار باو آسیبے و مکروہے مرساں۔

لیکن امام حسین پس تو جانتا ہے ان کی قرابت کو حضرت رسالت کے ساتھ اور وہ آنحضرت کے جسم کے ٹکڑے ہیں اور آپ کے گوشت اور خون سے ان کی پرورش ہوئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اہل عراق یقیناً" ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کا ساتھ نہ دیں گے ان کو تنہا چھوڑیں گے اگر ان پر قابو پانا تو ان کے حق اور ان کی عزت کا خیال رکھنا اور جو مرتبہ اور قربت ان کو حضرت رسالت سے ہے اس کو یاد رکھنا اور ان کی ان کے افعال پر گرفت نہ کرنا اور جو تعلقات اس مدت میں میں نے ان کے ساتھ مضبوط کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور خبردار ان کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچانا۔

اگرچہ علامہ مجلسی نے اس وصیت کے نقل کرنے کے بعد اپنی یہ رائے ظاہر فرمائی کہ یہ وصیت حضرت امام حسینؓ کے خیال سے نہیں تھی بلکہ یزید کی سلطنت کی حفاظت کے لئے تھی کیونکہ حضرت معاویہؓ کو معلوم تھا کہ امام حسین کے شہید کرنے کے بعد یزید کی سلطنت پر زوال آجائے گا مگر یہ رائے ان کی ایک قسم کی غیب دانی کا دعوی ہے اور محض بے دلیل ہے اگر حضرت معاویہؓ کی یہ نیت ہوتی تو اپنے بیٹے یزید سے اس نیت کے اظہار میں کون مانع تھا صاف کہدیتے کہ اے بیٹے حسین کے شہید کرنے سے تیری سلطنت پر زوال آجائے گا اس لئے ایسا کام نہ کرنا۔

(۲)

حضرت معاویہؓ کے جھوٹے مطاعن میں مجتہد صاحب نے تاریخ طبری کی

ایک روایت کا ترجمہ لکھا ہے صفحہ۱۶ میں ملخصاً عبارت ان کی یہ ہے:

عمرو عاص اہل مصر کی ایک جماعت کے ساتھ معاویہؓ کے پاس دار الخلافہ شام باریابی کے لئے آیا یہ وہ زمانہ تھا کہ عمرو عاص معاویہ سے کسی حد تک برسرِ پرخاش تھا اس نے ان لوگوں کو سکھلا دیا کہ دیکھو جب تم معاویہ کے دربار میں جانا تو اسے خلیفہ کہہ کر سلام نہ کرنا اور جہاں تک ممکن ہو ان سے حقارت کے ساتھ بات کرنا اس کی وجہ سے تمہاری ہیبت اس کے دل پر قائم ہوگی' معاویہ کو جب ان لوگوں کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی وہ اپنی ذہانت سے عمرو عاص کی سازش کو تاڑ گئے اور دربانوں سے کہا کہ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ نابغہ کے لڑکے (عمرو عاص) نے ان لوگوں کی نظر میں میری منزلت کو گھٹا دیا ہوگا۔ لہٰذا تم خیال رکھو کہ جب یہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ انتہائی سختی کرنا یہاں تک کہ ہر شخص کو ان میں سے یقین ہو جائے کہ اس کی جان کی خیر نہیں' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے جو شخص معاویہ کے سامنے دربار میں حاضر ہوا وہ یوں آداب بجا لایا السلام علیک یا رسول اللہ بس پھر کیا تھا سب نے اس کی موافقت کی اور جو آیا اس نے معاویہ کو رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔

اس روایت کے نقل کرنے میں جناب مجتہد صاحب نے حسب ذیل قابل تعریف کارروائیاں کی ہیں:

اول: اس روایت کے آخر میں یہ جملہ ہے: شک عبد اللہ سمعہ اولم یسمعہ یعنی اس روایت کا راوی عبد اللہ شک کرتا ہے کہ حضرت معاویہ نے اس لفظ کو سنا یا نہیں سنا' یہ جملہ جناب مجتہد صاحب نے نقل نہ کیا' جناب مجتہد صاحب سے پوچھنا چاہیے کہ نقل میں یہ قطع و برید کرنا خیانت ہے یا دیانت۔

دوم: روایت مذکورہ کی سند میں ایک مقام پر ایک راوی کا نام نہیں ہے مجتہد صاحب نے سند کے اس عیب کو چھپا ڈالا' کیوں صاحب! اس کارروائی کا نام کیا ہے۔

پوری سند اس روایت کی یہ ہے حدثنی عبد اللہ بن احمد قال حدثنی ابی

قال حدثنی سلیمان قال قرات علی عبد اللہ عن فلیح قال اخبرت یعنی طبری کہتے ہیں مجھ سے عبد اللہ بن احمد ابن شبویہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے سلیمان نے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے عبد اللہ بن مبارک کے سامنے پڑھا کہ فلیح کہتے ہیں مجھے یہ خبر دی گئی۔

یہ خبر دینے والا کون ہے اس کا کیا نام ہے کچھ پتہ نہیں' ایسی بے سروپا روایت سے استدلال کرنا علم و دیانت دونوں کے خلاف ہے۔

سوم: سند مذکور میں کئی راوی مجروح ہیں مجتہد صاحب نے اس عیب کو بھی چھپایا یا انہیں پتہ نہیں چلا۔

منجملہ مجروح راویوں کے ایک احمد بن شبویہ ہے' لسان المیزان میں اس کو مجہول لکھا ہے اور منجملہ مجروح راویوں کے ایک فلیح ہے' لسان المیزان میں ہے کہ ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کی نسبت کہا لیس بالقوی اور ابن معین نے لیس بثقۃ بھی کہا' میزان الاعتدال میں ہے واصعب مادوی بہ ماروی عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نتھمہ لانہ کان یتناول من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سب سے زیادہ سخت جرح جو اس پر ہوئی ہے یہ ہے کہ ابن معین نے ابو کامل سے روایت کیا وہ کہتے تھے کہ ہم فلیح کو متہم سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی بدگوئی کرتا تھا' اس جرح کے بعد حضرت معاویہ کی مذمت میں اس کی روایت قطعاً" مردود ہے۔

صحیح بخاری کے مجروح راویوں میں فلیح بھی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں قلت لم یعتمد علیہ البخاری اعتمادہ علی مالک وابن عیینہ واضرابھما وانما اخرج لہ احادیث اکثرھا فی المناقب و بعضھا فی الرقاق یعنی بخاری نے فلیح پر ویسا اعتماد نہیں کیا جیسا کہ مالک اور ابن عیینہ اور ان کے امثال پر کیا (حالانکہ یہ بھی اسی طبقہ کا شخص ہے) بخاری نے اس سے صرف چند حدیثیں روایت کی ہیں جن میں اکثر تو مناقب میں ہیں اور بعض رقاق میں ہیں مطلب یہ کہ احکام کے متعلق کوئی روایت اس سے بخاری نے نہیں لی۔

چہارم: مجتہد صاحب کو تاریخ طبری میں یہ مجروح روایت تو نظر آگئی مگر اس سے ایک صفحہ قبل جو صحیح روایت صفحہ ۱۸۲ میں ہے وہ نہیں نظر آئی وہ یہ ہے:

حدثنی احمد بن زہیر عن علی عن سلیمان بن ایوب عن الاوزاعی و علی بن مجاہد عن عبد الاعلی بن میمون عن ابیہ ان معاویۃ قال فی مرضہ الذی مات فیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسانی قمیصا فرفعتہ وقلم اظفارہ یوما فاخذت قلامتہ فجعلتہا فی قارورۃ فاذا مت فالبسونی ذالک القمیص و قطعو تلک القلامۃ واسحقوہا وذروہا فی عینی وفی فی فعسی اللہ ان یرحمنی ببرکتہا۔

مجھ سے احمد بن زہیر نے علی سے انہوں نے سلیمان بن ایوب سے انہوں نے اوزاعی اور علی بن مجاہد سے، انہوں نے عبدالاعلی بن میمون سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کرکے بیان کیا کہ حضرت معاویہ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کرتہ دیا تھا وہ میں نے رکھ چھوڑا ہے، اور آپ نے ایک دن اپنے ناخون ترشوائے تھے وہ تراشہ میں نے لے کر ایک شیشی میں رکھا ہے جب میں مرجاؤں تو مجھے وہی کرتہ پہنانا اور ناخون کے تراشے کو پیس کر میری آنکھوں میں اور میرے منہ میں ڈال دینا امید ہے کہ اللہ اس کی برکت سے میرے اوپر رحم کریگا۔

پھر اسی روایت کے آخر میں ہے

ثم اغمی علیہ ثم افاق فقال لمن حضرہ من اہلہ اتقوا اللہ فان اللہ سبحانہ یقی من اتقاہ ولا واقی لمن لا یتقی اللہ ثم قضی۔

پھر حضرت معاویہ بیہوش ہوگئے ہوش میں آئے تو حاضرین سے کہا کہ دیکھو اللہ سے ڈرتے رہنا اس لئے کہ اللہ اس شخص کو بچاتا ہے جو اس سے ڈرتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی بچانے والا نہیں اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔

پھر ایک دوسری روایت اس کے بعد ہے:

ان معاویۃ لما حضر اوصی بنصف مالہ ان یرد الی بیت المال کان اراد ان

یطیب لہ الباقی لان عمر قاسم عمالہ۔

حضرت معاویہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میرا آدھا مال بیت المال میں واپس کردیا جائے اس سے مقصد یہ تھا کہ باقی مال ان کا پاک ہوجائے کیونکہ حضرت عمر نے اپنے عمال سے نصف آمدنی ملک پر معاملہ کیا تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دل میں خوف خدا کس قدر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسا تعلق اور کیسی محبت ان کو تھی کہ اخیر وقت میں انہوں نے آپ کے مستعمل کرتے اور ناخون مبارک کے تراشے کے متعلق یہ وصیت کی۔

کہ شکل گل نظر آئے دم اخیر مجھے

مجتہد صاحب نے اس کے بعد ایک اور روایت حضرت معاویہ کے مطاعن میں نصائح کافیہ سے نقل کی ہے جس کا مصنف محمد بن عقیل نہایت غالی شیعہ اور مجتہد صاحب سے بھی زیادہ دیانتدار ہے، کیونکہ اسی روایت کو جو مجتہد صاحب نے نقل کی وہ بھی نقل کرتا ہے اور اتنا اور اضافہ کرتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ان کو اس فعل پر قائم رکھا حالانکہ روایت سے حضرت معاویہؓ کا اس لفظ کو سننا بھی ثابت نہیں ہوتا، اسی بددینی و بددیانتی کی وجہ سے اس کی کتاب نصائح کافیہ سلطنت آصفیہ میں ممنوع الاشاعت قرار پاچکی ہے۔

(۳)

مجتہد صاحب غلط اور بے بنیاد دعوے کرنے میں بھی خاص مہارت رکھتے ہیں حتی کہ خود اپنی کتابوں کے خلاف کہنے میں ان کو کچھ باک نہیں ہوتا، چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں:

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان خطوط لکھنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے کئے ہیں ایک شخص کی بھی موجودگی واقعہ کربلا میں امام حسینؓ کے مقابلہ میں پائی نہیں جاتی۔

باب دوم کے نمبر چار میں کتب شیعہ کی روایتیں دیکھو کہ یہ خط لکھنے والے شیعہ لشکر مخالف میں تھے بلکہ اس لشکر کے سردار یہی لوگ تھے مجتہد صاحب کی

یہ کارروائی بھی کچھ کم قابل تعریف نہیں ہے۔

(۴)

مجتہد صاحب کی یہ بھی عادت ہے کہ عربی عبارات کا غلط ترجمہ کر کے ترجمہ میں اپنی طرف سے الفاظ بڑھا کر اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں چنانچہ صفحہ ۴۷ میں جہاں آپ نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ امام حسینؓ کو خط لکھنے والے شیعہ امام کا صحیح مفہوم ہی نہ جانتے تھے امام حسین نے ان کو اپنے خط میں بتلایا کہ امام معصوم ہوتا ہے اور جو معصوم ہو وہ بہرحال امام ہے فرماتے ہیں:

امام نے اپنے جملہ میں کہ ماالا امامؑ الا العامل بالکتاب الخ ان کو حقیقت امر پر مطلع فرمایا ہے "کتاب الٰہی پر عامل اور عدالت کا پابند اور اپنی ذات کو ہر حرکت و سکون میں لازمی طور سے خدا کی مرضی پر وقف کئے ہوئے"[1] اسی تفصیل کا اجمالی اور اصطلاحی مفاد معصوم۔ ہے اور مطلب یہ ہوا کہ امام کے لئے کسی قہر و غلبہ کی حاجت نہیں بلکہ جو بھی معصوم ہو وہ بہرحال امام ہے۔

اب دیکھئے مجتہد صاحب نے عربی عبارت کے ترجمہ میں یہ جملہ "ہر حرکت و سکون میں لازمی طور سے" اپنی طرف سے اضافہ کیا کیونکہ بغیر اس کے عصمت کا مضمون پیدا نہ ہو سکتا۔ الحابس نفسہ علی ذات اللہ کے معنی اللہ کی راہ میں اپنی ذات کو روکنے والا' لازمی غیر لازمی کا وہاں کوئی تذکرہ نہیں' قرآن شریف میں ایسا ہی کلمہ تمام فقرائے صحابہؓ کی نسبت وارد ہوا ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ امام حسین کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ دین داری کے اوصاف جس میں پائے جائیں وہ امام ہو سکتا ہے اور یہ سب اوصاف غیر معصوم میں بھی پائے جا سکتے ہیں' جیسا کہ عربی عبارت کے ترجمہ

---

[1] پوری عبارت جو مجتہد صاحب نے صفحہ ۴۷ میں نقل کی ہے وہ یہ ہے ماالا امام الا العامل بالکتاب والاخذ بالقسط والدائن بالحق والحابس نفسہ علی ذات اللہ لفظی ترجمہ اس کا یہ ہے "امام مگر عمل کرنے والا قرآن پر اور اختیار کرنے والا انصاف کا اور پابند دین برحق کا اور روکنے والا اپنی ذات کو اللہ کی راہ میں۔"

سے جو میں نے حاشیہ پر کر دیا ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے امام حسین کا اگر وہ مطلب ہوتا جو مجتہد صاحب خواہ مخواہ ان کے ذمہ لگانا چاہتے ہیں تو وہ صاف لکھ دیتے کہ تم لوگ امام کا مفہوم نہیں جانتے امام مثل رسول کے معصوم ہوتا ہے اور منجانب اللہ اس کا تقرر ہوتا ہے اور وہ میں ہوں امام حسین نے تو تقیہ کو بالائے طاق کر ہی دیا تھا لہٰذا ان کو صاف کہدینے میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔

مجتہد صاحب سے پوچھنا چاہئے کہ یہ ترجمہ عبارت میں تصرف کر کے اپنا مطلب حاصل کرنا آپ کی اصطلاح میں کس نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مجتہد صاحب اپنے رسالہ کے خاتمہ پر قاتلان حسین کی جوش حمایت میں از خود رفتہ ہو کر فرماتے ہیں کہ جماعت شیعہ کا جرم صرف اس قدر تھا کہ انہوں نے نصرت حسین نہ کی اس سے زیادہ سنگین جرم اصحاب رسول کا تھا کہ وہ رسول کو میدان جنگ میں دشمنوں کے نرغہ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور حضرت عثمان کو مصر سے آئی ہوئی فوجوں میں محصور چھوڑ کر تماشہ دیکھتے رہے اور تین دن تک ان کے دفن کی جرأت نہ کی۔

اس کے جواب میں اختصار کے ساتھ حسب ذیل امور عرض کئے جاتے ہیں:

(۱)

شیعوں کے ذمہ صرف نصرت نہ کرنے کا جرم ہے یا فریب دے کر بلانے اور قتل کرنے کا' اس کا فیصلہ خود آپ ہی کی کتابوں سے ہوتا ہے جن کی عبارتیں اوپر نقل ہو چکیں۔

(۲)

قاتلان حسین کے عوض میں آپ نے اصحاب رسول کو کہہ لیا اس سے ہمارا یا کسی کا کچھ نقصان نہیں البتہ آپ کے ایمان کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔

(۳)

اصحاب رسول کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اشداء علی الکفار اور فرمایا ہے اعزۃ علی الکافرین یعنی وہ کافروں پر سخت تھے اس آیت قرآنی کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا جنگ سے فرار کرنا کبھی نہیں تسلیم

کیا جاتا کیونکہ بھاگنے والا کبھی شدید نہیں کہا جا سکتا۔

غزوہ احد میں جو بعض صحابہ کرامؓ سراسیمہ ہو کر میدان سے ہٹ گئے تھے وہ بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہونے کے، لہٰذا اس کو "رسول کو کافروں کے نرغہ میں چھوڑ کر فرار کرنا" نہیں کہا جا سکتا۔

(۴)

حضرت عثمان نے خود ہی فرمایا کہ میں کسی لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کا خون بہانا نہیں چاہتا ورنہ بلوائیوں کی کیا حقیقت تھی سب قتل کر دیئے جاتے آپ کا یہ کہنا کہ تماشہ دیکھتے رہے تاریخی واقعات کے خلاف آپ کا طبع زاد مضمون ہے دفن میں عجلت البتہ بلوائیوں کا زور بڑھ جانے کے باعث نہیں ہو سکی لیکن پھر انہیں صحابہ کرامؓ نے دفن کیا۔

یہ تھی آپ کے منتقمانہ تیرا بازیوں کی حقیقت

واللہ عزیز ذوانتقام

ایک یاد رکھنے کی بات

نئے مجتہد صاحب نے حضرت معاویہؓ کے متعلق جو کچھ لکھا تھا خاتمہ میں اس کا نمونہ ہدیہ ناظرین ہو چکا۔ مجتہد صاحب کی اس کارروائی پر کوئی تعجب نہ کرنا چاہئے حضرات شیعہ صحابہ کرامؓ کے مطاعن کے ایسے حریص و دلدادہ ہیں کہ جہاں ان کو جھوٹ موٹ بھی موقع مل جاتا ہے تو اس عبادت عظمیٰ میں قصور نہیں کرتے۔

لیکن عجب تماشا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ تو شیعوں کی یہ حالت ہے کہ محض بے بنیاد بلکہ بعض اوقات اپنی خانہ زاد قصص و حکایات کو دستاویز بنا کر سخت سے سخت اعتراض کرنے کو تیار رہتے ہیں مگر اپنے ائمہ کے اصحاب کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کرتے۔ اصحاب ائمہ میں بعضے وہ لوگ ہیں جن کو ائمہ نے کذاب کہا، بعض وہ ہیں جن کو بد مذہب فرمایا، بعض وہ ہیں جن پر امام نے لعنت کی، بعض وہ ہیں جنہوں نے امام سے بحث کی اور امام کو جاہل و بیوقوف کہا، بعض وہ ہیں جنہوں نے امام کو طماع کہا، بعض وہ ہیں جنہوں نے امام پر لعنت کی۔ یہ سب مضامین شیعوں کی معتبر کتب میں بروایات صحیحہ منقول ہیں لیکن شیعہ ان تمام اصحاب ائمہ کو مقبول اور واجب التعظیم جانتے ہیں اور ان روایات صحیحہ کے قبول کرنے میں سو سو حیلے نکالتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے زرارہ اور ابوبصیر نے امام باقر و جعفر صادق کے متعلق کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ زرارہ صاحب امام کے لاعن بھی ہیں، ملعون بھی ہیں۔ امام نے ان کو قسم کھا کر کاذب فرمایا۔ ابوبصیر صاحب نے امام کو طماع بنایا وغیرہ وغیرہ۔ مگر شیعہ ان دونوں کو اپنا سرتاج بنائے ہوئے ہیں۔ شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب مجتہد "ضربت حیدریہ" میں اس قسم کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں "مخالف اجماع فرقہ حقہ و معارض بروایات متواترہ است، لامحالہ محتمل الطرح یا ماول باشد"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں بعد شہادت حضرت عثمان

کے جو محاربات و مشاجرات ہوئے ان کو تو حضرات شیعہ خوب اچھالتے ہیں اور خوب رنگ آمیزیاں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں فریق سے حسن ظن رکھا جائے۔ اسی بناء پر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ و ام المومنین حضرت عائشہؓ و حضرت معاویہؓ سے حسن ظن رکھنے پر اہل سنت کو مورد طعن بناتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت علیؓ سے لڑے تھے' ان سے محبت کرنا حضرت علیؓ کی محبت کے منافی ہے مگر ان کے ائمہ کے اصحاب میں ایسی لڑائیاں ہوئی ہیں کہ ترک کلام کی نوبت آگئی اور لڑائی بھی مذہبی مسائل میں ہوئی' نہ سیاسیات میں لیکن وہاں یہ قاعدہ بالکل فراموش کر دیتے ہیں اور دونوں فریق کو مقبول التعظیم جانتے ہیں' دونوں کو اپنا پیشوا مانتے ہیں مثال کے طور پر ابن ابی عمیر اور ہشام بن حکم کی لڑائی اور پھر ترک کلام و ترک تعلق کا حال' شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب کی "کتاب اساس الاصول" صفحہ ۱۲۴ میں ملاحظہ ہو۔

لہٰذا شیعوں سے پوچھنا چاہیے کہ اصحاب رسول کے ساتھ یہ بغض و عناد اور اپنے ائمہ کے اصحاب کی یہ پاسداری آخر بات کیا ہے۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

فقط

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

تتمہ

موسوم بہ

دفع الضمیمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس چھوٹے سے رسالہ "قاتلان حسین کی خانہ تلاشی" نے عجیب ہلچل ڈال دی ہے شیعوں کے قبلہ اور سید العلماء صاحب نے خانہ تلاشی کی اشاعت کے بعد خواہ مخواہ دو ایڈیشن اپنے رسالہ "قاتلان حسین کا مذہب" کے شائع کئے اور ہر ایڈیشن میں مضامین کا ردوبدل کیا تیسرا ایڈیشن اتفاقاً نظر سے گذرا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک مستقل ضمیمہ کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں خانہ تلاشی کے دلائل کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمیمہ کو دیکھ کر بہت مسرت ہوئی اور دل چاہا کہ اس مسرت میں اپنے دوسروں بھائیوں کو بھی شریک کیا جائے کہ دیکھو حق کی زبردست طاقت اور صداقت کا مظاہرہ اس طرح ہوتا ہے۔ لہٰذا جب خانہ تلاشی کے طبع سوم کی نوبت آئی تو اس ضمیمہ کا جواب بھی اس میں شامل کر دیا گیا۔

اس ضمیمہ کے پڑھنے سے حسب ذیل مسرت بخش نتائج آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

(۱) خانہ تلاشی کے دو لایعنی جواب اس سے پہلے شائع ہو چکے تھے جن میں سے ایک یہ کمال عجیب ہے کہ جواب دیا گیا ہے لاہور کے کسی رسالہ کا اور ٹائٹل پر خواہ مخواہ یہ لکھ دیا گیا ہے کہ یہ "خانہ تلاشی" کا بھی جواب ہے مجتہد صاحب نے ان دونوں جوابوں پر پانی پھیر دیا اور ان کا ناکافی اور غیر تسلی بخش ہونا عملاً ثابت کر دیا۔

(۲) بہت سی ان کہی باتیں مجتہد صاحب کے قلم سے ایسی نکل گئی ہیں جو مذہب شیعہ کے لئے سم قاتل ہیں اگر ان باتوں کو مجتہد صاحب سے لکھوانے

کی کوشش کی جاتی تو یقیناً "نہ لکھتے۔

(۳) کچھ باتیں ایسی بھی مجتہد صاحب نے لکھی ہیں جن سے شیعوں کے لئے مذہبی گفتگو کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔

(۴) شیعوں کے پیشانی سے قتل حسین کا داغ کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ جتنی کوشش اس داغ کے مٹانے کی کی جاتی ہے اتنا ہی یہ داغ ابھرتا جاتا ہے۔

مجتہد صاحب کی تمہید

مجتہد صاحب نے اپنے اس ضمیمہ کو حسب ذیل عبارت سے شروع کیا ہے۔

خیالات کا اختلاف اگر صداقت و حقیقت پر مبنی ہو تو ان کا ایک نقطہ اتحاد پر جمع ہوجانا کوئی دشوار نہیں۔ بااصول اور آئینی بحث و تحقیق اور دلنشین ادلہ و براہین کی مقناطیسی کشش یقیناً "انصاف[1] کی شرط کے ساتھ مختلف آراء و افکار کو ایک صحیح مرکز پر لاسکتی ہے۔ لیکن جب خیالات جذبات کے تحت اور اقوال سخن پروری و تعصب نفسانی کے پابند ہوں تو ان کی شکست کبھی شکست نہیں قرار پاتی۔ باطل شکن دلائل کی ہزار زدوں پر

۱ انصاف کی شرط محض اپنی قوم کو تسلی دینے کے لئے لگائی گئی ہے ورنہ سچے دلائل بے انصافی پر بھی اپنا اثر دکھا کر رہتے ہیں دیکھو ایک خانہ تلاشی نے کس قدر سراسیمہ کردیا اور آخر مجتہد صاحب کے قلم سے وہ وہ باتیں لکھوادیں جو اعتراف حق کے برابر ہیں ۲ مجتہد صاحب؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں حق کے مقابلہ میں کتنی ہی سخن پروری کی جائے کتنا ہی تعصب نفسانی سے کام لیا جائے باطل کو شکست ہی ہوتی ہے اور شکست بھی ایسی جو کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ مثال کے لئے خانہ تلاشی کے مقابلہ میں آپ اپنی شکست کردیکھئے مجتہد صاحب؟ یہ وہ گرد نہیں جو جھاڑے سے جھڑ سکے یہ گرد تو قیامت تک پیچھا نہ چھوڑے گی۔ وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ ترھقہا قترۃ یہ لفظ نہایت یاس و اضطراب کی حالت میں آپ کے قلم سے نکلا ورنہ جس چیز کو آپ ناممکن کہہ رہے ہیں وہ واجب ہے اور اس کا خلاف البتہ ناممکن ہے۔

آنے کے بعد ان کی تیوریوں پر بل نہیں آتے گویا گرد[1] تھی کہ جو جھڑگئی۔ مرغ کی ایک ٹانگ کے بجائے دو ٹانگیں ہوجائیں ناممکن ہے اس قسم کے خیالات کی پہچان یہ ہے کہ

(۱) اکثر دلائل میں مصادرہ علی المطلوب کی جھلک نمایاں ہو یعنی الٹ پھیر کرکے خود دعوے کو دلیل میں پیش کردیا جاتا ہے۔

(۲) کہی ہوئی باتوں کو جن کا جواب ہوچکا ہے الفاظ کو ادل بدل کر پھر پیش کردیا جائے تاکہ گفتگو کا سلسلہ قطع نہ ہو اور عوام کی نظروں میں اپنی کم مائیگی اور تہیدستی کا مظاہرہ نہ ہونے پائے۔

(۳) سلسلہ بحث میں خواہ مخواہ خارج از بحث باتوں کو چھیڑ کر عام افراد کے دماغوں کو الجھانے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ اصلی نقطہ بحث کے متعلق صحیح رائے سہولت سے قائم نہ کرسکیں۔

(۴) علمی و مذہبی باتوں میں ذاتیات کا سوال درمیان میں لاکر اور مخاطب کی شخصیت پر حملہ کرکے محاذ[2] جنگ اور تاریخ و حدیث کے قطعی ادلہ سے کنارہ

۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث یعنی قاتلان حسین کے متعلق عام افراد نے آپ کے خلاف رائے قائم کرلی ہے جس سے آپ پریشان ہیں سنئے حضرت! خارج از بحث باتوں کو چھیڑنا تو خود آپ کے علماء کا شیوہ دیرینہ ہے آپ کے علامہ سبحان علیخان نے فتنی الکلام کے جواب میں یہی تدبیر سوچی تھی چنانچہ ان کے مکاتیب مطبوعہ کے صفحہ ۳۳ پر اس کا مفصل تذکرہ موجود ہے اور خود آپ نے اپنے اسی رسالہ میں حضرت ابوسفیان اور حضرت معاویہ کے جھوٹے مطاعن وغیرہ وغیرہ پر جو کچھ لکھا ہے یہ خارج از بحث نہیں تو کیا ہے قاتلان حسین کے بحث سے اس کو کیا تعلق ہوسکتا ہے جس طرح سہیل نے مدیر النجم کی شخصیت پر حملہ کئے یا الواعظ کرتا رہتا ہے اور خود آپ نے اسی ضمیمہ میں "بے انصافی سخن پروری، تعصب نفسانی، گرد جھڑگئی" وغیرہ کے الفاظ جو لکھے ہیں یہ مخاطب کی شخصیت پر حملہ نہیں تو کیا ہے۔

۲ یہ لفظ محاذ کیا چیز ہے کس زبان کی لغت ہے؟ عوام جہلا بیشک اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں مگر اہل علم کے قلم سے عربی زبان کی لفظ محاذات پر آج تک یہ ظلم نہیں ہوا کہ اس طرح اس کی قطع و برید کی جائے یہ لفظ محاذ کیا چیز ہے کس زبان کی لغت ہے؟ عوام جہلا بیشک اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں اگر اہل علم کے قلم سے جیسی آپ نے اسی رسالہ میں کی ہیں کہ خط بھیجنے والے کوئی شیعہ نہ تھے کیونکہ انہوں نے لہلہاتی کھیتیوں کا ذکر کرکے امام حسین کے ساتھ تمسخر کیا ہے۔

کشی کر کے خطابیات کے دامن میں پناہ لی جائے اور عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ایسی سطحی باتیں پیش کردیجائیں جن پر جاہل عوام آمنا وصدقنا کہدیں چاہے حقیقت شناس اور باخبر افراد ان کو کتنا ہی سبک اور غیر وقیع خیال کریں۔

قاتلان حسین کے شیعہ بنانے کے جو دلائل ہمارے پیش نظر ہیں ان میں ایسے ہی عناصر کارفرما ہیں اور یہ خصوصیات ان میں نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں جس کا احساس باخبر افراد خود کرسکتے ہیں۔

ان دلائل کا مناظرانہ جواب تو قوم کے مناظرین کا حق ہے جس کو وہ[1] خوب ادا کر رہے ہیں لیکن میں تو اپنے مسلک کا پابند رہتے ہوئے جو مناظرہ سے تعلق نہیں رکھتا ان دلائل پر ایک اجمالی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ یہ دلائل ایک بحث کے محققانہ فیصلہ کے لئے کہاں تک کامیاب ہوسکتے ہیں۔

جواب باصواب

یہ پانچ باتیں جو بعد و پنجتن پاک مجتہد صاحب نے اس قدر طوالت کے ساتھ بیان فرمائی ہیں اس کا مقصد تو صرف اس قدر ہے کہ مجتہد صاحب کو ان باتوں سے منزہ و مبرا سمجھا جائے کیونکہ عام طور پر یہ خیال ہوتا ہے کہ جو شخص جن باتوں کو عیب قرار دیتا ہے خود ان کا مرتکب نہ ہوگا اور ہم بھی اس خیال کی تائید کے لئے تیار ہیں اگر مجتہد صاحب حسب ذیل امور کا جواب عنایت فرمادیں۔

(۱) ان پانچ باتوں کے علاوہ صداقت کے خلاف سخن پروری کرنے والوں

---

[1] معلوم ہوا کہ مناظرہ اظہار حق کا نام نہیں ہے نہ مناظرہ سے کسی بحث پر روشنی پڑتی ہے اور مناظرہ کرنا محققین کا کام نہیں ہے آپ کے مدرستہ الواعظین کے ایک صاحب اس مضمون کو بہت شدومد سے لکھ چکے ہیں آپ نے بھی انہیں کی ہمنوائی کی۔ جزاک اللہ۔

کی کارروائیاں اور بھی ہیں اور وہ ان پانچ سے بدرجہا بڑھی چڑھی ہیں ان کو آپ نے کیوں نہ ذکر فرمایا۔ مثلاً " ان کی ایک کارروائی یہ بھی ہوتی ہے کہ کتابوں کا جھوٹا حوالہ دیدیتے ہیں جیسا کہ آپ کے قبلہ مولوی سید دلدار علی نے صوارم میں بکثرت کیا ہے اور مثلاً ایک کارروائی یہ ہوتی ہے کہ مخالف کی کتابوں سے عبارت کے نقل کرنے میں قطع و برید کی جاتی ہے جیسے آپ نے اسی رسالہ میں تاریخ طبری کی عبارت میں کیا کہ **سمعه اولم یسمعه** کی لفظ نکال ڈالی کیونکہ یہ لفظ آپ کے مطلب کے مخالف تھا اور مثلاً " ایک کارروائی یہ ہوتی ہے کہ عربی عبارت کا ترجمہ اردو میں غلط کیا جاتا ہے جیسے آپ نے اسی رسالہ میں لفظ امام کو اپنے مذہب پر منطبق کرنے کے لئے ترجمہ میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ بڑھادیئے اور کچھ بدل دیئے ہیں۔

(۲) یہ پانچ کارروائیاں تو بڑے زور شور سے آپ نے لکھ ڈالیں لیکن مدیر النجم کی تصانیف سے کوئی مثال کیوں نہ پیش کی کہ فلاں جگہ فلاں کارروائی کی ہے اور فلاں جگہ فلاں اور یہ کہنا کہ باخبر افراد خود احساس کرسکتے ہیں عجیب لطیفہ ہے اور اگر یہی بات ہے تو پھر آپ کا یہ سلسلہ اشاعت ہی بالکل لغو ہے باخبر افراد بغیر آپ کے اس کاوش کے بھی ان تمام حقائق کا احساس کرسکتے بلکہ کرتے تھے۔

(۳) یہ مایوس کن خیالات کہ سنی سخن پروری کریں گے اور تعصب نفسانی سے کام لیں گے اور ان کی شکست کبھی شکست نہ قرار پائے گی ان کی تیوریوں پر بل بھی نہ آئے گا۔ خانہ تلاشی سے پہلے کیوں نہ آپ کے دماغ میں آئے اور آپ نے سنیوں کے رد میں یہ دل آزار سلسلہ اشاعت کا کیوں شروع کیا اور اگر یہ سلسلہ صرف اپنے بھائیوں کی تعلیم کے لئے تھا تو کتب اہل سنت کا حوالہ اپنی تصانیف میں آپ نے کیوں دیا۔ اہل سنت کو اپنے رسالہ پے درپے کیوں بھیجے۔

اس تمہید کے بعد مجتہد صاحب نے خانہ تلاشی کا جواب شروع کیا ہے۔

خانہ تلاشی میں دو باب ہیں اور ایک خاتمہ ہے۔ خاتمہ میں مجتہد صاحب کی قابل تعریف کارروائیاں دکھائی گئی ہیں اس کے ایک حرف کا بھی جواب

مجتہد صاحب نے نہیں دیا باقی رہے دو باب تو باب اول میں شیعوں کا عام برتاؤ۔ دوسرے ائمہ کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور باب دوم میں آٹھ نمبر ہیں یعنی آٹھ قسم کی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ قاتلان حسین قطعاً" ویقیناً" شیعہ تھے ان آٹھ نمبروں میں سے پانچ نمبروں کو مجتہد صاحب نے بالکل بے جواب چھوڑ دیا۔ اور اس حالت پر ظاہر یہ کیا ہے کہ خانہ تلاشی کی کل باتوں کا جواب ہوگیا۔ یہ ہے وہ دیانت جس پر مذہب شیعہ جس قدر ناز کرے بجا ہے۔

اب دیکھئے کہ مجتہد صاحب نے باب اول کے مضامین کا اور باب دوم کے تین نمبروں کا کیا جواب دیا ہے اور وہ جواب کیسا ہے۔

باب اول کے مضامین اور ان کے جواب کی حقیقت

باب اول میں حسب ذیل تین مضامین ہیں۔

الف: حضرت علی کے ساتھ شیعوں کی بدسلوکی۔ نہج البلاغہ سے سات خطبہ حضرت علی کے نقل کئے گئے ہیں جن میں حضرت ممدوح نے شیعوں کو بددعائیں دی ہیں اور ان کو نافرمان، بے وفا، بزدل، خائن، مفسد، حیلہ ساز، بدعہد، ناقابل اعتماد، بے غیرت" وغیرہ اوصاف سے موصوف فرمایا ہے۔

ب: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیعوں کی بدسلوکی اور انتہائی ایذا رسانی۔

ج: امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر صادق، امام رضا کے ساتھ شیعان کوفہ حضرت زرارہ و ابوبصیر وغیرہم کی ہر قسم کی بدسلوکی۔

مجتہد صاحب نے پہلے دونوں مضمونوں کے جواب میں نہایت بے تکلفی کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ حضرت علی نے جن لوگوں کو بددعا دی اور مذمت فرمائی نیز امام حسن کو جن لوگوں نے ایذا دی وہ شیعہ نہ تھے۔

تیسرے مضمون کے جواب میں مجتہد صاحب نے ان موذیوں کے شیعہ ہونے

سے انکار کرنا خلاف مصلحت سمجھ کر بڑی فیاضی سے یکدم چار جواب عنایت فرمائے ہیں اول یہ کہ یہ باتیں خارج از بحث ہیں دوم یہ کہ میں ان باتوں کا جواب دوں تو فریق مقابل کامیاب ہوجائے گا سوم یہ کہ صحابی امام ہونا ہمارے یہاں کوئی فضیلت کی چیز نہیں ہے کیونکہ ہمارے یہاں **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** جیسی کوئی حدیث وضع نہیں کی گئی چہارم یہ کہ زرارہ و ابوبصیر وغیرہا کو ہم مقبول اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان کے متعلق جو روایات خانہ تلاشی میں پیش کی گئی ہیں وہ کسی حیثیت سے ناقابل اعتبار ہیں۔

یہ تھی مجتہد صاحب کے جوابات کی کائنات اب جواب الجواب ملاحظہ ہو۔

جواب الجواب

الف کا جواب حضرت علی نے جن لوگوں کو بددعا دی اور ان کی مذمت فرمائی ان کے شیعہ ہونے کا انکار چل نہیں سکتا۔ مجتہد صاحب کا یہ ارشاد کہ ان لوگوں کو شیعہ کہنا غلط[1] فریبی ہے خود انہیں پر لوٹ جاتا ہے اس لئے کہ نہج البلاغہ کے جو خطبہ نقل کئے گئے ہیں ان کی عبارات ان لوگوں کے تشیع کو روز روشن کی طرح واضح کررہی ہیں مثلاً" ان میں ایک فقرہ یہ ہے **وان اجتمعت الناس علی امامہ طعنتم** یعنی جب لوگ کسی امام پر متفق ہوئے تو ہم نے اعتراض کیا۔ حضرت علی سے پہلے تین ہی امام ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ ان تینوں پر اعتراض کرنا شیعت کی ایسی دلیل ہے جس کا جواب ناممکن ہے اور مثلاً" ایک فقرہ یہ ہے **فنظرت فاذا لیس لی معین الا اھل بیتی لضننت بھم عن الموت** یعنی میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سوا میرے اہل بیت کے کوئی میرا مددگار نہیں لہٰذا میں نے موت سے ان کو بچایا۔ یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ ان خطبوں میں جو بددعائیں اور مذمتیں ہیں وہ سوا اہل بیت کے اور تمام ساتھیوں کو شامل ہیں۔ ہاں اس کے جواب میں مجتہد

---

[1] ذرا اس کی بھی تصریح فرما دیجئے کہ غلط فریبی کے کیا معنی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں بھی آپ کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

صاحب فرمائیں کہ شیعہ حضرت علی کے ساتھ تھے ہی نہیں تو وہ ان بدعاؤں اور مذمتوں سے محفوظ ہو جائیں گے مگر ایسے وقت میں حضرت علی کے ساتھ نہ ہونا بجائے خود ایک اعلیٰ درجہ کی بدسلوکی ہے۔

اچھا کیا مجتہد صاحب اس مشکل کا کوئی حل بتا سکتے ہیں کہ اگر حضرت علی کے ساتھ والے سب سنی تھے تو سنیوں کے بھروسہ پر حضرت علی نے اتنی بڑی جنگ حضرت معاویہ سے کیوں چھیڑ دی۔ دوسرے یہ کہ یہی لوگ حضرات خلفائے ثلثہ کے وفادار اور جان نثار تھے حضرت علی کے ساتھ بے وفا کیوں بن گئے۔

مجتہد صاحب نے اصحاب علیؓ کے شیعوں نہ ہونے پر ایک نفیس دلیل بھی پیش کی ہے وہ یہ کہ ان لوگوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر ان کو خلیفہ چہارم سمجھ کر بیعت کی تھی اگر وہ شیعہ ہوتے تو حضرت علیؓ کو خلیفہ بلا فصل سمجھتے۔

مگر یہ دلیل خود بھی محتاج دلیل ہے لہٰذا مجتہد صاحب اس کی دلیل میں نہج البلاغہ کی عبارت پیش کرتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ کو یہ خط بھیجا کہ **انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمہاجرین والانصار**۔ اس عربی عبارت کا ترجمہ خود مجتہد صاحب کا کیا ہوا حسب ذیل ہے۔

"میری بیعت کی انہیں لوگوں نے جنہوں نے بیعت کی تھی ابوبکر و عمر و عثمان کی اسی اصول[1] کی بنیاد پر جس پر ان کی بیعت کی تھی لہٰذا اس اصول کے لحاظ سے موقع پر موجود رہنے والے کو دوبارہ نظرثانی کا حق نہ تھا اور نہ ایسے شخص کو جو موجود نہ تھا اس فیصلہ کے مسترد کردینے کا حق نہ تھا اور نہ ایسے شخص کو جو موجود نہ تھا اس فیصلہ کے مسترد کردینے کا حق پیدا ہو سکتا ہے اور

۱۔ لفظ ما کا ترجمہ اصول مجتہد صاحب کا طبع زاد ہے جو محض اپنے آئندہ اضافہ کے کھپانے کے لئے کیا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "انہیں شرائط" پورا خط کشیدہ فقرہ مجتہد صاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے اصل عبارت میں کوئی لفظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہوسکے اور یہ اضافہ اس لئے کیا کہ کسی طرح یہ خط الزامی قرار پائے جائے۔ فرمائیے مجتہد صاحب یہ کارروائی آپ کے انہیں پانچ باتوں کے اندر ہے یا ان سے زائد اور اس کارروائی کا نام کیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شوریٰ مہاجرین و انصار کے ساتھ مخصوص ہے۔"

لیکن افسوس ہے کہ مجتہد صاحب کی یہ دلیل کامیابی سے ویسی ہی بے تعلق ہے جیسے مذہب شیعہ قرآن سے۔

مجتہد صاحب نہج البلاغہ کی اس عبارت کو خواہ مخواہ یہاں لاکر اپنے مذہب کی پیشانی سے اس داغ کو مٹانا چاہتے ہیں کہ مذہب شیعہ حضرت علی کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مجتہد صاحب چاہتے ہیں کہ اس خط کو دلیل الزامی قرار دیں یعنی حضرت علی کا اپنا ذاتی عقیدہ یہ نہ تھا بلکہ مخاطب کو اس کے مسلمات کی رو سے قائل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے مجتہد صاحب نے ترجمہ میں وہ کارروائیاں بھی کیں جو ان کے اور ان کے علمائے مذہب کے لئے مایہ ناز ہیں مگر پھر بھی کام نہ چلا۔ اس خط کا الزامی ہونا قیامت تک نہیں ثابت ہو سکتا بوجوہ ذیل۔

(۱) خود اس خط کے الفاظ الزامی ہونے سے انکار کر رہے ہیں چنانچہ لفظ انما جو زبان عرب میں تحقیق کے لئے آتا ہے اس کو ظاہر کر رہا ہے اور اس قدر زوردار طریقہ سے بیان کرنا بھی الزامی ہونے سے انکار کرتا ہے علاوہ اس کے ہر کلام میں اصل یہ ہے کہ متکلم اپنے ضمیر کے مطابق کر رہا ہے اس کے خلاف مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ کلام کے اندر ہونا چاہئے وہ یہاں بالکل مفقود ہے کیا حضرت علی کوئی ایسا لفظ نہیں بول سکتے تھے جس سے الزامی ہونا ظاہر ہو جاتا۔ مثلاً" یوں فرمادیتے کہ **انما الشوری عندکم** الخ ایک لفظ عندکم کے بڑھ جانے سے الزامی ہونے کی گنجائش نکل آتی۔

(۲) حضرت علی کا فرض یہ تھا کہ اگر کسی غلط خیال کے معتقد تھے تو اس کی اصلاح کرتے چہ جائیکہ خود بھی اسی غلط خیال کو اپنی طرف سے ظاہر کرنے لگے۔

(۳) حضرت علی نے علاوہ اس خط کے دوسرے مواقع میں بھی اسی مضمون کو بیان فرمایا اور کبھی اپنی خلافت کا **منصوص من اللہ** ہونا نہیں فرمایا کوئی شیعہ اپنی کتابوں سے اس کو ثابت نہیں کرسکتا۔

نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۳۴۱ میں ہے **ایھا الناس ان احق الناس بھذا الامر اقولھم علیہ واعلمھم بامر اللہ لہ فان شغب شاغب استعتب فان ابی**

قوتل ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی تحضرھا عامۃ الناس فما الی ذالک من سبیل ولکن اھلھا یحکمون علی من غاب عنھا ثم لیس للشاھد ان یرجع ولا للغائب ان یختار

ترجمہ۔ اے لوگو! بلاشک خلافت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اس (کے ادائے فرائض) پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہو اور اس کے متعلق اللہ کے احکام کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو پھر اگر کوئی معترض اعتراض کرے تو اس کو سمجھانا چاہئے نہ مانے تو اس سے قتال کرنا چاہئے اور قسم اپنی جان کی اگر خلافت کا انعقاد بغیر اس کے نہ ہو کہ تمام لوگ بوقت بیعت موجود ہوں تو یہ ممکن نہیں بلکہ جو اس کام کے اہل ہیں وہ غائبین کی طرف سے نمائندہ ہوتے ہیں پھر نہ حاضر کو اختیار ہوتا ہے کہ بیعت سے رجوع کرے اور نہ غائب کو کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے۔

دیکھئے بالکل وہی مضمون ہے کیا اس کو بھی مجتہد صاحب الزامی قرار دیں گے اور کیا حرف تحقیق اور اس کے بعد قسم یہ سب الزامی ہیں حاشا وکلا۔ اچھا اچھا اور آگے چلئے۔

نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۴۴۵ میں ہے واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ ولا فی الولایۃ اربۃ ولکنکم دعوتمونی الیھا وحملتمونی علیھا۔

ترجمہ۔ اللہ کی قسم مجھے خلافت کی کچھ بھی رغبت نہ تھی اور نہ حکومت کی کچھ حاجت تھی لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور مجھے اس پر امادہ کیا۔

کیوں مجتہد صاحب کیا یہ کلام بھی الزامی ہے اور کیا حضرت علیؓ جو بات قسم کھا کر بیان کر رہے ہیں وہ بھی انکا ذاتی عقیدہ نہیں ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت اگر منصوص ہوتی تو ہرگز وہ اس سے اپنی بے رغبتی نہ بیان کرتے نیز یہ نہ کہتے کہ تم لوگوں نے مجھے خلیفہ بنایا۔

لہذا یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ کو جو کچھ لکھا اور وقتاً "فوقتاً" اپنے خطبوں میں جو کچھ بیان فرمایا وہ سب اب ان کا ذاتی عقیدہ تھا الزامی کلام نہ تھا۔

اچھا اب آیئے اپنے مطلب پر! آپ فرماتے ہیں کہ "حضرت علی کے ہاتھ

پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ شیعہ نہ تھے کیونکہ انہوں نے خلیفہ چہارم سمجھ کے بیعت کی تھی امام اول معصوم مفترض الطاعۃ جانکر بیعت نہیں کی تھی بہت اچھا ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ یہ بیعت کرنے والے سنی تھے لیکن اب اس کے بعد چند مشکلات اور پیش آتی ہیں براہ مہربانی مجتہد صاحب ان کے حل کرنے کی کوئی تدبیر ارشاد فرمادیں۔

اول۔ کیا مجتہد صاحب یا کوئی ان سے بھی بڑے شیعہ عالم اپنی ہی کتابوں سے یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ کسی ایک متنفس نے بھی حضرت علی کو امام اول اور معصوم مفترض الطاعۃ جان کر بیعت کی تھی۔ اگر ثابت کرسکتے ہوں تو منہ مانگا انعام ان کو دیا جائے گا۔ اور اگر نہ ثابت کرسکتے ہوں اور یقیناً" نہیں ثابت کرسکتے تو کیا جراٴت کرکے اس بات کا اعلان کردیں گے کہ حضرت علی کے وقت میں شیعہ کا وجود نہ تھا۔ دوم حضرت علیؓ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا کہ ایک غلط عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے امامت تو آپ کے یہاں اصول دین میں ہے اور نبوت کی طرح ایک ربانی منصب ہے کیا نبی کے لئے یہ جائز ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ان کی نبوت کا اعتقاد رکھے بغیر صرف بادشاہ کی حیثیت سے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے اور وہ

---

[1] علمائے شیعہ جب ہر طرف سے مجبور ہوجاتے ہیں تو اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ سب کے سب شیخین کے معتقد تھے اسی وجہ سے حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں بھی اپنا اصلی مذہب ظاہر نہ کرسکے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے علامہ ابن روز بھان رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کے جواب میں کہ اگر متعہ شرعاً" حلال تھا اور حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے اس کو حرام کردیا تھا تو حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کیوں نہ اس کے حلال ہونے کا اعلان کیا۔ یہی ارشاد فرمایا ہے کہ جناب امیر اپنے زمانہ خلافت میں بھی اپنے مذہب کے اظہار پر قادر نہ تھے اسی وجہ سے نہ تراویح کو روک سکے نہ حلت متعہ کا فتوی دے سکے جتنے لوگوں نے ان سے بیعت کی تھی وہ سب شیخین کے معتقد تھے۔ روضہ کافی میں ایک روایت خود حضرت علیؓ کے زبان مبارک سے منقول ہے کہ ایک روز تنہائی میں شیعوں سے فرمایا کہ دیکھو اگلے خلفاء جو احکام ظلم خلاف قرآن وسنت کے جاری کرگئے ہیں میں ان کو روک نہیں سکتا اگر میں ایسا کروں تو میرا لشکر مجھ سے جدا ہوجائے۔

اس کو قبول کرلیں۔ حضرت علی کو بادشاہ بننے کا اور صاحب فوج و لشکر کہلانیکا اس قدر شوق کیوں تھا کہ لوگوں نے غلط عقیدہ کے ساتھ ان سے بیعت کی اور انہوں نے نہ روکا۔

کیا کوئی شیعہ صاحب اپنی ہی کتابوں سے اس کو ثابت کرسکتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیعت کے وقت کہا تھا کہ اے لوگوں مجھے امام اول اور معصوم و مفترض الطاعۃ سمجھ کر بیعت کرو بغیر اس عقیدہ کے میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہو گے تو میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔ اگر نہ ثابت کرسکو اور یقیناً" نہ ثابت کرسکو گے تو بتاؤ کہ حضرت علی کو تم نے کتنا بڑا گناہ گار قرار دیا۔

اگر مجتہد صاحب ان دونوں مشکلوں کو حل کردیں تو یقیناً" یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ انہوں نے اپنے مذہب کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچالیا اور پھر سیدالعلما کا خطاب دینے والے بھی مستحق تحسین ہوں گے۔

ب کا جواب۔ امام حسن کو ایذا دینے والوں کے شیعہ ہونے سے بھی مجتہد صاحب نے انکار کرکے اپنے مذہب کی عزت بچانے کی کوشش کی ہے فرماتے ہیں کہ وہ لوگ درحقیقت شیعہ نہ تھے غلط طور پر اپنے کو شیعہ کہا کرتے تھے۔ ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ مجتہد صاحب نے اپنے مدعائے باطل کو عالم اہل سنت صاحب صواعق محرقہ کے اس قول سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ قرون اولی میں اہل سنت کو شیعہ علی کہا جاتا تھا۔

مجتہد صاحب کی دانشمندی قابل داد ہے۔ اعتراض ان پر کیا جائے ان کی مذہبی کتابوں سے اور جواب دیں علمائے اہل سنت کے اقوال سے۔ کہئے متجہد صاحب اس کارروائی کا کیا نام ہے۔

سنئے علامہ ابن حجر نے اور اتنی دور آپ کیوں گئے صاحب تحفہ نے بھی لکھا ہے کہ اہلسنت کو قرن اول میں شیعہ علی کہا جاتا تھا مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ جن کو شیعہ کہا جاتا تھا وہ سب سنی تھے۔ حضرت! آپ کو یہ خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا بلکہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

جناب مجتہد صاحب کو واضح رہے کہ اس قسم کی بادھوائی باتوں سے کام نہیں چل سکتا۔ ان کو چاہئے کہ حسب ذیل امور کا جواب دیں۔

(١) وہ لوگ غلط طور پر اپنے کو شیعہ کیوں کہتے تھے جبکہ حکومت و سلطنت حضرت معاویہ کی تھی اور اپنے کو شیعہ کہنا حکومت وقت کی بغاوت کے مرادف تھا اور نہایت خطرناک کام سمجھا جاتا تھا۔

(٢) خانہ تلاشی میں جو عبارتیں آپ کی کتب سے منقول ہیں ان میں پہلی عبارت کتاب احتجاج کی ہے جس کا ابتدائی فقرہ یہ ہے لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب معاویۃ بن ابی سفیان دخل علیہ الناس فلامہ بعضهم علی بیعتہ یعنی جب حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہ سے صلح کرلی تو لوگ حضرت حسن کے پاس گئے اور بعض لوگوں نے ان کو حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلینے کی وجہ سے ملامت کی۔ کیا حضرت معاویہ سے اس قدر نفرت کا اظہار کرنا کہ ان سے بیعت کرنا اس درجہ عیب قرار دیا جائے کسی غیر شیعہ کا کام ہوسکتا ہے۔

نیز انہیں منقولہ عبارتوں میں جلاء العیون کی عبارات ہیں جن میں امام باقر کے سامنے سدیر صیرفی کا امام حسن پر بوجہ صلح کے اعتراض کرنا مذکور ہے۔ اور یہ کہ سفیان بن لیلی نے امام حسن کو ذلیل کنندہ مومنان کہا کیا سدیر صیرفی اور سفیان بن لیلی کے شیعہ ہونے سے انکار ممکن ہے اور کیا اس صلح کو قابل اعتراض سمجھنا کسی غیر شیعہ سے ممکن ہے۔

نیز جلاء العیون کی ایک عبارت میں علامہ مجلسی نے اپنے قبلہ سید مرتضی سے ان ایذا دینے والوں کا شیعہ ہونا نقل کیا ہے کیا علامہ مجلسی اور ان کے قبلہ سنیوں کو شیعہ کہا کرتے تھے۔

(٣) مجتہد صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اس وقت صحیح طور پر بھی اپنے کو شیعہ کہنے والا کوئی تھا یا نہیں بصورت اول وہ کتنے نفر تھے اور ان کے اسمائے شریفہ کیا ہیں۔

ج کا جواب۔ مجتہد صاحب کی چاروں باتوں کا جواب علی الترتیب حسب ذیل ہے۔

(١) ان مضامین کو خارج از بحث کہنا دن دوپہر آنکھوں میں خاک جھونکنے کے مرادف ہے بار بار ظاہر کیا جاچکا ہے کہ شیعوں کا برتاؤ دوسرے ائمہ

کے ساتھ اس طرح دکھایا گیا ہے کہ یہ تعجب رفع ہو جائے کہ شیعہ ہو کر قتل حسین کا ارتکاب خلاف عقل ہے۔

(۲) فریق مقابل کی ناکامیابی کا کھٹکا اس قدر کیوں ہے کہ ایسی متناقض باتیں آپ کے قلم سے نکل رہی ہیں کہ جواب دینا بھی نہیں چاہتے اور پھر دے بھی رہے ہیں۔

مجتہد صاحب اس وقت بڑی مصیبت میں ہیں جواب دیتے ہیں تو فریق مقابل کی کامیابی کا کھٹکا دامنگیر ہے۔ نہیں دیتے تو فریق مقابل کو یک طرفہ ڈگری حاصل۔

(۳) صحابی امام ہونے کی فضیلت سے انکار کرنا انتہائی سراسیمگی کی دلیل ہے۔ شیعہ دیکھیں کہ اہل سنت کے مقابلہ میں ان کے مجتہدین اس طرح انکار بدیہیات پر اتر آتے ہیں۔

باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث اصحابی کالنجوم گڑھی ہوئی حدیث ہے اور شیعوں کے یہاں نہیں ہے اس کے جواب میں سوا اس کے کیا کہا جائے کہ

اپنے بھی گھر کی نہیں تم کو خبر

لیجئے آپ کی بڑی معتبر کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۸۴ میں یہ حدیث موجود ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں[1] **مثل اصحابی لکم کمثل النجوم بایها اخذ اهتدی وبای اقاویل اصحابی اخذتم اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمة**

---

[1] ترجمہ۔ میرے اصحاب کی مثال تاروں کی سی ہے جس کی پیروی کی جائے راہ مل جائے اسی طرح میرے اصحاب کے جس قول پر تم لوگ عمل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے اس روایت کے بعد راوی نے ایک قصہ لکھا ہے جس کا جعلی ہونا خود اسی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کیونکہ اصحاب کے لفظ کے معنی دریافت کرنا کھلی ہوئی جعل سازی ہے نیز یہ روایت شیخ صدوق کی کتاب معانی الاخبار اور صفار کی کتاب بصائر الدرجات میں بھی موجود ہے (دیکھو اساس الاصول صفحہ ۷)

یہ کتاب احتجاج تو آپ کے مدرسۃ الواعظین میں داخل درس ہے اس کی روایات سے آپ کی بے خبری قابل افسوس ہے۔

(۴) زرارہ اور ابوبصیر کی مذمت کی روایتوں کو مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ کسی حیثیت سے ناقابل اعتبار ہیں مگر اس حیثیت کو بیان نہیں فرمایا گیا اسی کا نام جواب ہے۔

اس مقام پر ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ خانہ تلاشی میں زرارہ و ابوبصیر کی مذمت والی روایات کا جو جواب مجتہد صاحب کے قبلہ شمس العلماء مولوی سبط حسن نے سہیل یمن میں دیا تھا اس کی حقیقت بھی بے نقاب کی گئی تھی مجتہد صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ واقعی شیعوں کا بھولا پن قابل رحم ہے۔ بیچارے ان کارروائیوں پر بھی آمنا و صدقنا کہے جاتے ہیں۔

خانہ تلاشی کے باب اول کے جواب میں مجتہد صاحب نے جو کچھ لکھا اس کی حقیقت ظاہر ہو چکی اب باب دوم کے متعلق ملاحظہ ہو۔

باب دوم کے ۳، ۸ مضامین کا جواب اور اس کی حقیقت

خانہ تلاشی کے آٹھ نمبروں میں سے صرف تین نمبروں کے متعلق مجتہد صاحب نے کچھ خامہ فرسائی کی ہے اس کی حقیقت حسب ذیل ہے۔

نمبر اول۔ یہ تھا کہ قاتلان حسین کوفی تھے اور کوفی ہونا دلیل تشیع ہے اس کے ثبوت میں دو چیزیں پیش کی گئی تھیں اول شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کا قول مجالس المومنین سے دوم امام جعفر صادق کی حدیث علامہ مجلسی کی کتاب تحفۃ الزائرین سے۔

مجتہد صاحب نے کمال یہ کیا ہے کہ حدیث کا کچھ جواب نہیں دیا اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ خانہ تلاشی میں استدلال کی بنیاد صرف قاضی صاحب کے قول پر حسب ذیل لطیف فقرہ زیب رقم فرمایا ہے۔

کہنے دو قاضی نور اللہ شوستری کو کہ "تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل ست" یہ ان کا ذاتی خیال ہے جس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

اس جواب کی نفاست محتاج اظہار نہیں ہے۔

قاضی صاحب کے قول کو جو حدیث معصوم پر مبنی تھا ان کی ذاتی رائے قرار دینا پھر اپنے مذہب کے اتنے بڑے عالم کو اس تحقیر کے عنوان سے ٹھوکر مار کر ذلیل کرنا۔ حق کے سامنے باطل کے سرنگوں ہونے کا ایک بے نظیر مظاہرہ ہے۔

نمبر دوم میں حسب ذیل چار مضامین تھے۔

الف۔ قاتلان حسین نے (اپنے دعوتی خطوط بنام حسین میں) اپنے کو شیعہ لکھا تھا۔

ب۔ ان خطوط پر امام حسین کو اس قدر اعتبار تھا کہ خود کوفہ گئے اور اپنی روانگی سے پہلے حضرت مسلم کو باوجود ان کی معذرت کے کوفہ جانے پر

مجبور کیا۔

ج۔ امام حسین نے جن لوگوں کو شیعہ سمجھا ان کا شیعہ ہونا یقینی ہے کیونکہ ہر امام کو دو رجسٹر خدا کی طرف سے ملتے ہیں ایک شیعوں کے نام کا دوسرا دشمنوں کے نام کا۔

د۔ مجتہد صاحب نے اپنے رسالہ "قاتلان حسین کا مذہب" میں ان خطوط پر دو جرحیں کی تھیں اور دونوں جرحوں کا عقلی و نقلی جواب

مجتہد صاحب نے چوتھی بات کے جواب میں ایک حرف نہیں لکھا البتہ پہلی تینوں باتوں کے جواب میں حسب ذیل گوہر افشانی فرمائی ہے۔

"یہ خیال کہ جن لوگوں نے اپنے تئیں شیعہ لکھا تھا یا جنہوں نے خطوط روانہ کئے تھے وہ سب شیعہ تھے اس لئے کہ اگر شیعہ نہ ہوتے تو امام ان کے قول پر اعتماد نہ کرتے اور دھوکا نہ کھاتے اس لئے کہ ہر امام کو خدا کی طرف سے ایک رجسٹر ملتا ہے جس میں شیعوں کے نام بقید ولدیت لکھے ہوتے ہیں" صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امام بلکہ پیغمبر کے افعال و اعمال کی بھی بنیاد علم باطن پر نہیں بلکہ علم ظاہر پر ہوتی ہے اور ان کے فرائض و احکام بھی اسباب ظاہر کے پابند ہوتے ہیں لہٰذا صورت حال کی بناء پر خطوط کے مندرجہ بیانات کو صحیح سمجھنا اور اس کے مطابق طرز عمل اختیار کرنا ناگزیر تھا لیکن وہ ان کے حقیقی صداقت و حقانیت کا ذمہ دار نہیں ہے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد صاحب نے یہ تسلیم کرلیا کہ قاتلان حسین نے اپنے کو شیعہ لکھا تھا اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ امام حسین نے ان کے بیانات کو صحیح سمجھا اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ ہر امام کے پاس خدائی رجسٹر ہوتا ہے مگر ارشاد فرماتے ہیں کہ اس رجسٹر پر عمل کرنا امام کے لئے جائز نہ تھا کیونکہ امام بلکہ نبی کو بھی علم باطن پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

کیا خوب جواب ہے شیعوں کو چاہئے کہ ایسے نفیس جوابوں کی قدردانی کریں اور اگر ازراہ قدردانی مجتہد صاحب سے امور ذیل بھی استفسار کرلیں تو بیجا نہ ہوگا۔

(ا) کیا نور اللہ شوستری کو کہنے دیا جائے ان کی بات قابل سماعت نہیں

اگرچہ وہ باسند ہو اور مجتہد صاحب کی ہر بات قابل سماعت ہے اگرچہ بے سند ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا مجتہد صاحب اپنی اس انوکھی بات کی کوئی سند پیش کرسکتے ہیں کہ "امام یا نبی کو علم باطن پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

(۲) کیا وحی الٰہی جو انبیاء پر آتی ہے۔ از قسم علم باطن نہیں ہے اور کیا اس پر انبیاء عمل نہیں کرتے اور ائمہ کو یہ رجسٹر آخر ملا کس لئے ہے جب کہ اس پر عمل کرنے کی ان کو اجازت نہیں ہوتی۔

(۳) امام حسین نے اس آسمانی رجسٹر میں ان خطوط لکھنے والے کوفیوں کے نام تلاش کئے یا اس رجسٹر کا دیکھنا بھی ان کو جائز نہ تھا۔ اگر تلاش کئے تو یہ نام اس میں ملے یا نہیں۔ اگر ملے تو پھر قاتلان حسین کے شیعہ ہونے میں کیا کلام ہے اور اگر نہیں ملے تو کیا امام اس بات کے مکلف تھے کہ خلاف واقع کا اعتقاد رکھیں اور جس کا شیعہ نہ ہونا اس رجسٹر میں درج ہے اس کو شیعہ سمجھیں۔

(۴) کیا اسی واقعہ کربلا میں ابن زیاد اور عمر بن سعد کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا اور تقیہ جیسی عبادت کو ترک کرنا علم باطن پر عمل کرنا نہیں ہے۔ آپ کے قبلہ محمد قلی اپنے رسالہ تقیہ میں لکھتے ہیں۔

اگر توہم کردہ شود کہ چرا دراں وقت بیعت عمر سعد و ابن زیاد ننمود پس مدفوع ست بایں کہ غالبا" آنحضرت دانستہ باشد کہ آن طاغیہ از غدر و بیوفائی باز نخواہند آمد اگرچہ آنحضرت بیعت ہم کند

کہیں ایسا نہ کہہ دیجئیگا کہ کچھے دو مفتی محمد قلی کو ذرا یہ خیال کرلیجئے گا کہ یہ مفتی صاحب آپ کے قبلہ صدر المحققین شمس العلماء مولوی ناصر حسین صاحب مجتہد العصر کے دادا ہیں۔

نمبر سوم میں یہ مضمون تھا کہ امام حسین نے خود بھی ان خط لکھنے والوں کو شیعہ کہا۔

مجتہد صاحب نے اس کے جواب میں صرف یہ چند الفاظ لکھے ہیں "چونکہ خط لکھنے والوں نے اپنے کو شیعہ لکھا تھا اس لئے امام نے بھی ان کو شیعہ کہہ دیا" مطلب یہ کہ درحقیقت شیعہ نہ تھے امام نے ان کے لکھنے کی وجہ سے

جھوٹ موٹ ان کو شیعہ کہہ دیا۔ یہ ہے حمایت قاتلان حسین کی کہ چاہے امام کا قول جھوٹا ہو جائے مگر قاتلان حسین کے مذہب پر آنچ نہ آنے پائے۔

ایک لطیفہ

خانہ تلاشی میں دکھایا گیا تھا کہ مجتہد صاحب نے کتب اہلسنت سے عبارتوں کے نقل کرنے میں بہت خیانتیں کی ہیں اس کا جواب تو مجتہد صاحب سے کچھ بن نہ پڑا البتہ منہ چڑھانے کی کوشش آپ نے کی اور مجالس المومنین کی ایک عبارت کے متعلق مدیر النجم کا قطع و برید کرنا آپ نے ظاہر کیا ہے۔

جواب۔ اس کا یہ ہے کہ جو قطع و برید آپ نے دکھائی ہے اگرچہ اس سے کوئی فائدہ مدیر النجم کے کسی مقصد کو نہیں پہنچتا مگر پھر بھی اگر یہ قطع و برید آپ ثابت کردیں تو مستحق انعام ہیں ورنہ یاد رکھئے انما یفتری الکذب الذین لا یومنون افترا پردازی بے ایمانوں کا کام ہے اور افترا کرنیوالا ہمیشہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔

آخری فیصلہ

جس سے کوئی شیعہ انکار نہیں کرسکتا یہ ہے کہ شیعوں کا قاتل حسین ہونا خود شیعوں کی کتابوں سے اس طرح ثابت ہوگیا کہ اب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ ہاں اگر شیعہ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ اس وقت مذہب شیعہ کا وجود نہ تھا اور اس زمانے میں لفظ "شیعہ" بطور مذہبی نام کے نہیں بولا جاتا تھا لہٰذا جن لوگوں کو شیعہ کہا گیا اس سے مذہب شیعہ مراد نہیں ہوسکتا تو بیشک جرم قتل سے شیعوں کی برائت ہوسکتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس مذہب کا حادث ہونا ناقابل انکار ہوجائے گا۔ اب دیکھنا ہے کہ مجتہد صاحب ان دو راستوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

واللہ مخرج ما کنتم تکتمون

تمت